قرآن و حدیث اور بزرگانِ دین کے مستند اقوال سے مزین لاجواب کتاب

افضلیت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مصنفہ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابو سعید غلام سرور قادری مدظلہ

ناشر

مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال

نام کتاب ——— افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مصنف ——— حضرت مولانا مفتی محمد ابوسعید غلام سرور قادری مدظلہ

سائز ——— ۲۲ × ۱۸ / ۸

ضخامت ——— ۱۹۲ صفحات

ناشر ——— مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال

تعداد اشاعت ———

بار اول ———

طابع ——— زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

قیمت ———

نصیر احمد کوکب نورانی

فہرست

نمبر شمار	نام عنوان	صفحہ نمبر
۱	عرض ناشر	۳
۲	انتساب	۴
۳	تقدیم	۵
۴	استفتار	۷
۵	خطبۂ آغاز	۸
۶	اجمالی جواب	۹
۷	حضرت امیر معاویہ کا بے ادب اہلسنت سے خارج اور دوزخی ہے	۱۰
۸	تفصیلی جواب ″	
۹	افضلیت سیدنا صدیق اکبر دلائل عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں	۱۱
۱۰	مسئلہ تفضیل حق ہے	۱۲
۱۱	مسئلہ تفضیل حقوق عبادسے ہے	۱۴
	فضیلت اور افضلیت میں فرق	″
۱۲	فضیلت میں حدیث ضعیف معتبر ہے مگر افضلیت میں نہیں۔	۱۵
۱۳	بخاری شریف کی ایک حدیث سے افضلیت صدیق اکبر ایک اعتراض اور اسکا جواب	۱۶
۱۴	مسلک اہلسنت دلائل کی روشنی میں	۱۸
۱۵	افضلیت اور قرآن حکیم	۱۹
۱۶	ایک شبہ کا ازالہ	۲۰
۱۷	ناقابل تردید دلائل	۲۱
۱۸	ایک شبہ کا ازالہ	۲۲
۱۹	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۲۳
۲۰	افضلیت صدیق اکبر اور احادیث شریفہ	۲۴
۲۱	حضرت ابوبکر صدیق کی امامت حدیث متواتر سے ثابت ہے	۲۵
۲۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے ابوبکر صدیق نے آٹھ روز تک نمازیں پڑھائیں	۲۶
۲۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کے پیچھے نمازیں پڑھیں	۲۷
۲۴	حدیثوں میں تعارض کا رفع	۲۹
۲۵	حضرت ابوبکر کے ہوتے ہوئے کوئی امامت نہ کرائے	۳۲
۲۶	افضلیت صدیق میں تیسری حدیث	۳۳
۲۷	ایک شبہ کا ازالہ	۳۴
۲۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو اپنا خلیل بنالیا	″
۲۹	ایک سوال اور اس کا جواب	۳۵
۳۰	افضلیت صدیق اکبر کی چوتھی حدیث	۳۶
۳۱	″ ″ پانچویں حدیث	۳۷
۳۲	ایک سوال اور اُس کا جواب	۳۸
۳۳	افضلیت صدیق اکبر کی چھٹی حدیث	″
۳۴	مسئلہ افضلیت کے قطعی وظنی ہونے کی بحث	۳۹
۳۵	ایک سوال اور اُس کا جواب	۴۰
۳۶	مسائل قطعیہ کی قسمیں	″
۳۷	قطعی الاصل وظنی الکیفتہ	۴۱
۳۸	تفصیل تفضیل	۴۲
۳۹	افضل سے کیا مراد ہے	″
۴۰	اہلسنت کی علامات	۴۴
۴۱	جس نے مجھے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہے	

نمبر شمار	نام عنوان	صفحہ نمبر
	افضل کہا میں اُسے بہتان تراشی کی سزا دوں گا۔ (حضرت علی)	۴۴
۴۲	آپ کی امت میں سے سب سے پہلے جنت میں ابوبکر داخل ہوں گے۔	۴۵
۴۳	حضرت ابوبکر تمام جنتیوں کے سردار	۴۶
۴۴	ایک سوال اور اُس کا جواب	۴۷
۴۵	ایک اور سوال اور اُس کا جواب	〃
۴۶	آپ کے چار وزیر ہیں دو زمین پر اور دو آسمان پر	۴۸
۴۷	حرف واؤ ترتیب کا فائدہ دیتا ہے	۴۹
۴۸	عرش کے پائے پر لکھا ہے	۵۰
۴۹	پھر ترازو اٹھائی گئی عجیب خواب	〃
۵۰	ایک سوال اور اُس کا جواب	۵۲
۵۱	جب عرف و لغت میں تعارض ہو تو ترجیح عرف کو ہوگی	〃
۵۲	ایک سوال اور جواب	۵۴
۵۳	مسئلہ تفضیل میں حقائق کا تتبع	۵۵
۵۴	افضلیت کی بنا سات امور پر	〃
۵۵	جہاد میں شیخین کی افضلیت	〃
۵۶	جہاد کی تین قسمیں	۵۶
۵۷	ابوبکر و عمر میرے کان اور آنکھیں ہیں	۵۸
۵۸	سب سے زیادہ بہادر ابوبکر تھے (حضرت علی)	۶۰
۵۹	علوم عامہ میں شیخین کی افضلیت	۶۱
۶۰	علم کی زیادتی کی دو صورتیں	〃
۶۱	اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو شیخین کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا	۶۳
۶۲	حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت عثمان نے ابوبکر سے فیض پایا	۶۴
۶۳	علم قرآن میں شیخین کی افضلیت	۶۶
۶۴	علوم قرآن کی دو قسمیں	〃
۶۵	انا مدینۃ العلم و علیٌ بابھا کی بحث	۶۷
۶۶	تقویٰ و اتباع شریعت میں شیخین کی افضلیت	۶۸
۶۷	زہد و ترک دنیا میں شیخین کی افضلیت	۷۰
۶۸	زہد کی تعریف	۷۱
۶۹	حضرت ابوبکر صدیق کا زہد	〃
۷۰	حضرت فاروق اعظم کا زہد	۷۲
۷۱	ایک تقابلی جائزہ	۷۵
۷۲	صدقہ و انفاق فی سبیل اللہ میں شیخین کی فضیلت	۷۶
۷۳	خلافت و حسن سیاست میں شیخین کی افضلیت	۷۷
۷۴	ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت	۸۰
۷۵	ملا علی قاری کی بہترین تشریح	۸۱
۷۶	حضرت ابوبکر صدیق کا سب سے افضل ہونا قطعی ہے	۸۲
۷۷	ارشاد حضرت غوث اعظم	۸۳
۷۸	ارشاد امام غزالی	۸۴
۷۹	ارشاد امام ابو اللیث ثمرقندی	〃
۸۰	تفضیلی امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی	۸۵
۸۱	محی الدین ابن العربی	〃
۸۲	سیدی مجدد رضی اللہ عنہ	〃
۸۳	حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت کا بیان	۸۶
۸۴	عبدالرزاق صاحب مصنف شیعہ ہو کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کو سب سے افضل مانتے تھے۔	۸۷

نصیر احمد لوکر . لورالی تحصیل دی شہر سیوال

نمبر شمار	اہم عنوان	صفحہ نمبر
۸۵	حضرت محمد بن حنفیہ کا مختصر تعارف	۸۸
۸۶	حدیث دوم ۱۳	"
۸۷	حدیث سوم ۱۴	۸۹
۸۸	حدیث چہارم ۱۵	۹۰
۸۹	حدیث پنجم ۱۶	"
۹۰	حدیث ششم ۱۷	۹۱
۹۱	حدیث ہفتم ۱۸	۹۲
۹۲	تفضیل مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا قائل رافضی ہے۔	۹۶
۹۳	جو مجھے ابوبکر و عمر سے افضل بتائیگا میں اسے کوڑے ماروں گا (حضرت علی)	۹۷
۹۴	شیعان کوفہ کا عقیدہ	۹۸
۹۵	حضرت امیر معاویہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات	۹۹
۹۶	اعتراض اول	۱۰۱
۹۷	اعتراض دوم	۱۰۵
۹۸	اعتراض سوم	"
۹۹	اعتراض چہارم	۱۰۸
۱۰۰	اعتراض پنجم	"
۱۰۱	اعتراض ششم	۱۱۰
۱۰۲	ہماری تاریخ دشمنان اسلام نے مسخ کر دی ہے	۱۱۱
۱۰۳	اعتراض ہفتم	۱۱۴
۱۰۴	اعتراض و جواب	۱۱۵
۱۰۵	حضرت امیر معاویہ کی یزید کو وصیت	۱۱۶
۱۰۶	امام ابو اسحاق اسفرائنی	۱۱۸
۱۰۷	اعتراض و جواب	۱۱۹
۱۰۸	واقعہ جمل و صفین	۱۲۱
۱۰۹	حضرت امیر معاویہ مجتہد تھے اور ان کی خطا اجتہادی تھی	۱۲۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۱۰	اعتراض و جواب	۱۲۳
۱۱۱	اعتراض و جواب	"
۱۱۲	اعتراض و جواب	۱۲۴
۱۱۳	اعتراض و جواب	۱۲۵
۱۱۴	اعتراض و جواب	۱۲۶
۱۱۵	اعتراض و جواب	"
۱۱۶	اعتراض و جواب	۱۲۷
۱۱۷	خطا اجتہادی کی قسمیں	۱۲۸
۱۱۸	فسق سے برأت	۱۲۹
۱۱۹	امام بدر الملۃ والدین کی تنبیہ	۱۳۰
۱۲۰	امام طبری کا مذہب	۱۳۱
۱۲۱	فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۳۲
۱۲۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت معاویہ کے لئے حکومت کی دعا	۱۳۳
۱۲۳	دعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ پر کوئی غالب نہ آئیگا	۱۳۴
۱۲۴	کاتب وحی	۱۳۵
۱۲۵	خال المومنین	"
۱۲۶	حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار	۱۳۶
۱۲۷	حضرت معاویہ جنتی ہیں	
	(حضرت علی کا پیغام)	"
۱۲۸	رازدار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳۷
۱۲۹	ہادی و مہدی	"
۱۳۰	حرف آخر	"
۱۳۱	فضائل و مناقب اہل بیت	۱۳۹
۱۳۲	مرتبۂ کبریٰ کے مالک اہلبیت ہیں	۱۴۲

نمبر شمار	نام عنوان	صفحہ نمبر
۱۳۳	نواب بھوپالی صاحب کا آل پاک سے توسل	۱۴۴
۱۳۴	یزید بن معاویہ	۱۴۵
۱۳۵	یزید کو امیر المومنین کہنے والے کی سزا	۱۴۷
۱۳۶	امام ابن حجر عسقلانی کی رائے	۱۴۸
۱۳۷	سوال و جواب	۱۵۰
۱۳۸	حدیث قسطنطنیہ کا جواب	۱۵۲
۱۳۹	محققین علمائے کرام و حامیان دین متین و فقہاء و مشائخ عظام کے فتاویٰ شریفہ تصدیقات و تائیدات منیفہ	
۱۴۰	فتویٰ مبارک بریلی شریف	۱۵۵
۱۴۱	فتویٰ بہاولپور	۱۵۶
۱۴۲	〃 لاہور	۱۵۷
۱۴۳	گجرات	۱۵۸
۱۴۴	لائل پور	۱۵۹
۱۴۵	حیدرآباد	۱۶۰
۱۴۶	ساہیوال	۱۶۱
۱۴۷	اوکاڑہ	۱۶۲
۱۴۸	لاہور	۱۶۵
۱۴۹	ڈیرہ غازی خاں	۱۶۶
۱۵۰	آستانہ عالیہ سیال شریف	۱۶۷
۱۵۱	گولڑہ شریف	۱۶۸
۱۵۲	ملتان شریف	۱۶۹
۱۵۳	〃	۱۷۰
۱۵۴	〃	۱۷۱
۱۵۵	〃	۱۷۲
۱۵۶	لائل پور شریف	[illegible]
۱۵۷	خانپور	۱۷۴
۱۵۸	(غزنی افغانستان)	۱۷۵
۱۵۹	لاہور	۱۷۷
۱۶۰	راولپنڈی	۱۷۸
۱۶۱	قصور	〃
۱۶۲	علی پور سیداں سیالکوٹ	۱۷۹
۱۶۳	کراچی	۱۸۱
۱۶۴	لاڑکانہ	۱۸۲
۱۶۵	راولپنڈی	۱۸۳
۱۶۶	〃	〃
۱۶۷	سندھ	۱۸۴
۱۶۸	ساہیوال	۱۸۵
۱۶۹	شرقپور شریف	۱۸۶
۱۷۰	چورہ شریف	۱۸۷
۱۷۱	ساہیوال	〃
۱۷۲	کراچی	〃
۱۷۳	دارالسلام ٹوبہ	۱۸۸
۱۷۴	شیخوپورہ	〃
۱۷۵	گجرات	〃
۱۷۶	سیالکوٹ	〃
۱۷۷	میانوالی	۱۸۹
۱۷۸	مظفرگڑھ	〃
۱۷۹	راولپنڈی	〃
۱۸۰	بہاول پور	۱۹۰
۱۸۱	سکھر	〃

عرضِ ناشر

الحمد للہ ثم الحمد للہ — مکتبہ فریدیہ ناسامد حالات کے باوجود قارئین کی خدمت میں ایک اور ایسی کتاب پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے جس کی ایک عرصہ سے قارئین کو شدت سے طلب تھی۔ مکتبہ فریدیہ کے معرضِ وجود میں آنے کی غرض و غایت بھی یہی تھی کہ علمار اہلسنت کی گرانمایہ تصانیف و تالیفات کو منظر عام پر لا کر عامۃ المسلمین کی دینی خدمت کی جائے۔ بحمدہ تعالےٰ برادرانِ ملت اِس بات کے گواہ ہیں کہ ہم اپنے اِس نیک مقصد میں تنگیٔ داماں کے باوجود برابر پیش قدمی کر رہے ہیں۔ مولانا مفتی محمد ابو سعید غلام سرور قادری اہلسنت کے معتمد علمائے کرام میں سے ہیں۔ آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر یہ ایک تحقیقی شاہکار پیش فرما کر اہلسنت کی بہت بڑی دینی خدمت انجام دی ہے اللہ تعالےٰ موصوف کی اِس خدمت کو شرفِ قبول بخشے۔ آمین۔ کتاب میں جو تحقیقات و تدقیقات کے دریا بہائے گئے ہیں وہ تو اپنی جگہ بے مثال ہیں ہی — مگر آخر میں اہلسنت کے معتمد علمار کرام کی جو تصدیقات و فتاویٰ ہیں۔ ان سے کتاب ھذا بے حد اہمیت و امتیازی شان کی حامل قرار پائی ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ برادرانِ اسلام کو اِس کتاب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ نصیب ہو۔ آمین۔

فقط

ابو العطا حافظ نعمت علی چشتی سیالوی

مکتبہ فریدیہ جناح روڈ۔ ساہیوال

مورخہ ۱۹ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ

انتساب

سیاستِ شرعیہ کے مجددِ ملی، نائبِ مجددِ الف ثانی، عارفِ باکمال رقیمِ زمانی،

حق و صداقت کی نشانی — فرزندِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ حضرت علامہ

شاہ احمد نورانی صدیقی

کے نام

- جن کی صدارت و سربراہی سے جمعیۃ العلماء پاکستان کا کھویا ہوا وقار بحال و بلند ہو گیا۔
- جن کی حق گوئی و بیباکی سے صدر یحییٰ کو جامِ شراب چھوڑنا پڑا۔
- جن کے نعرۂ حق سے ایوانِ اسمبلی کے در و دیوار لرز اٹھے۔
- جن کی صدائے حق نے ملتِ خوابیدہ کو لازوال بیداری بخشی۔
- جن کی حرارتِ ایمانی و سحر بیانی نے ملت کے ہر ہر فرد کو تحریکِ نفاذِ نظامِ اسلامی کا پاسبان و علمبردار بنا دیا۔
- جو عرصۂ اقتدار سے ہمکنار ہونے کی بجائے نظامِ مصطفٰے کی ترویج و مقامِ مصطفٰے کے تحفظ کے لئے ایک عرصے سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خادم جمعیۃ العلماء پاکستان

مفتی محمد ابو سعید (عرف) غلام سرور قادری

متخصص فقہ و قانون اسلامی، ایم اے اسلامک لاء — اسلامی یونیورسٹی بہاولپور

حال جامع مسجد خلیفہ ٹڈی پارک اوکاڑہ (ساہیوال)

۷۸۶

تقدیم

بعض حضرات کا تو دین ہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جی بھر کر گالیاں دینا ہے مگر ہمیں تو ان مدعیانِ مسلکِ اہلسنت و جماعت کا افسوس ہے جو اہلسنت کا لبادہ اوڑھ کر اہلسنت میں گھسے ہوئے ہیں بلکہ کچھ تو عالم و عارف کہلاتے —— مساجد اہلسنت میں اماموں اور خطابتوں پر فائز —— ان سے تنخواہیں، نذرانے اور ہدیے وصول فرماتے ہیں مگر نمک حلالی کا یہ عالم ہے کہ ان بیچارے عوام، سادہ لوحوں، ان پڑھوں اور کم علم سنیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے بدعقیدہ اور رافضی بنانے میں کسر نہیں چھوڑتے، یہ لوگ پہلے تو حبِ اہلبیت کا فرضی دم بھر کر حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے افضل ہونے کا گمراہانہ عقیدہ پھیلا کر عوام کو تفضیلی شیعہ بناتے ہیں یہ رفض اور تشیع کا پہلا زینہ ہے جو ایک سنی مسلمان کو سنی ہونے سے خارج کر کے تفضیلی شیعہ اور بدعتی کر دیتا ہے اور پھر حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے خلاف کو رطب و یابس اور سچے جھوٹے تاریخی واقعات کی تاریکی میں عوام کے دل و دماغ پر ایسا داغتے ہیں کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بدعقیدہ ہو کر جہنمی ہو جاتے ہیں (معاذ اللہ)

ایسے بہت سے نام نہاد مولویوں، قاریوں اور پیروں سے مجھے بحث و تمحیص کرنے کا اتفاق ہوا اور بارہا باہر سے ایسے لوگوں کے بارے میں مجھ سے فتوے بھی طلب کیے گئے کہ اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے سنی ہیں یا شیعہ، اور ان کو امام بنایا جائے یا نہ؟ پھر کچھ دوستوں

کا اصرار ہوا کہ اس مسئلہ کی ایسی مدلل تحقیق و تفصیل کی جائے جس سے ہر قسم کے شکوک و شبہات کا مکمل طور پر ازالہ ہو سکے، مجاہد اسلام جناب ـــ شیخ عزیز احمد ـــ صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کی خصوصی فرمائش بھی شامل ہو گئی، جس نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا لہٰذا میں نے مسئلہ تفضیل شیخین کریمین اور سیدنا علی المرتضیٰ و امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے اختلاف کا صحیح پس منظر اجاگر کر کے قرآن و سنت کے مطابق اہلسنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ایک ایسے مفصل و مدلل فتوے کی صورت میں بیان کر دیا ہے، جو ایک جامع کتاب ہو کر رہا ہے۔

علاوہ ازیں اندرون اور بیرون ملک کے جلیل القدر اور مسلّم علماء کرام و مشائخ عظام اہلسنت اور محققین دین و ملت کے بھی فتاوے لیکر آخر میں درج کر دیئے گئے، جن سے یہ کتاب مصدّق و مؤید ہو کر جویان حق کے لئے ہدایت کبریٰ اور ہٹ دھرموں پر حجت عظمیٰ واقع ہوئی ہے بلکہ اگر اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں اسے بے نظیر اور ایک امتیازی شان کی حامل سمجھا جائے تو بیجا نہ ہوگا

اللھم تقبل منی ھذا الکتاب وادخلنی جنتک بلاحساب و عتاب بحرمۃ حبیبک صاحب فصل الخطاب علیہ الصلوٰۃ والسلام مع آلہ وصحبہ الکرام

فقیر قادری محمد غلام سرور رضوی مصطفوی

(سابق مفتی و مدرس
مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان شہر

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

۱۔۔۔ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتا ہے
۲۔۔۔ ایک شخص حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو فاسق کہتا اور ان کو برا بتاتا ہے کیا یہ دونوں شخص اہلسنت وجماعت سے ہو سکتے ہیں اور کیا ان کو اہلسنت کی مساجد میں امامت و خطابت کے لئے رکھا جائے یا نہ۔؟

بینوا بالتحقیق والتفصیل توجروا من الرب الجلیل

ابوالعطاء حافظ نعمت علی چشتی سیالوی
خطیب فرید ٹاؤن ساہیوال

الجواب منه الهدایة والصواب

خطبہ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ الذین منقصہم ومبغضہم من الفاسقین اما بعد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

(سورۃ الحدید آیت ۱۰)

وَقَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ظہرت الفتن او البدع وسب اصحابی فلیظہر العالم علمہ فمن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ اجمعین لا یقبل اللّٰہ منہ صرفاً ولا عدلاً۔

اللہ کے نام سے شروع جو بہت بڑا مہربان رحمت والا ہے، تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ وسلام نازل ہوں اس کے محبوب پر جو تمام رسولوں کے سردار ہیں اور آپ کی اس آل واصحاب پر جن کی شان اقدس میں کمی کرنے اور ان سے بغض رکھنے والا فاسقوں سے ہے۔ اما بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں فرمایا ہے۔

"نہیں ہیں برابر تم میں سے وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ اور جہاد کیا۔ یہ لوگ درجے میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ اور جہاد کیا اور سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے"

(سورت حدید آیت ۱۰)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جانے لگے تو عالم کو چاہیئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے، سو جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالےٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہیں قبول کرے گا اللہ تعالےٰ اس شخص کا صدقہ اور نہ کچھ خیرات[1]"

اجمالی جواب

(۱) فضیلت بہ ترتیب خلافت اہلسنت کا مسلک ہے اور اس کا منکر اہلسنت سے خارج ہے۔

انبیاء و مرسلین کے بعد تمام مخلوقِ الٰہی، انسانوں، جنوں اور فرشتوں سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر مولا علی کرم اللہ وجہہ شیخین کریمین یعنی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ سے افضل ماننا اہلسنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اس لئے جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کسی دوسرے صحابی کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے یا سمجھے گمراہ، بدمذہب اور

---

[1] حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی کتاب الجامع بین آداب الراوی والسامع" میں بہ سند خود روایت کیا ہے (قالہ الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقہ)

اہلسنت وجماعت سے خارج ہے اسے اہلسنت کی مساجد میں نہ امام بنایا جائے اور نہ خطیب کیونکہ وہ فاسق العقیدہ اور تفضیلی شیعہ ہونے سے امامت کے قابل نہیں ہے۔

(۲) حضرت امیر معاویہ کا بے ادب اہلسنت سے خارج اور دوزخی ہے!

کسی صحابی کیساتھ بغض اور سوء عقیدت یعنی بُرا عقیدہ رکھنا بد مذہبی، گمراہی اور دوزخی ہونا ہے، کیونکہ وہ دراصل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض اور سوء عقیدت ہے:

ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی ظاہر کرے بالخصوص حضرت امیر معاویہ ان کے والد ماجد ابو سفیان، والدہ ماجدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرّا اور رفض ہے جو اس کا قائل ہو اور ان کی شان میں گستاخی کرتا یا ان سے بُرا عقیدہ رکھتا ہو وہ رافضی شیعہ اور اہلسنت سے خارج ہے اس لئے اس کی امامت وخطابت ناجائز ہے

تفصیلی جواب

اس سلسلے میں ہم قرآن وسنت کی روشنی میں مفصل اور مدلل جواب عرض کرتے ہیں جس کے بغور مطالعہ کے بعد کوئی قلب سلیم رکھنے والا انسان انحراف وانکار کی وادی میں بھٹکتے پھرنا پسند نہ کرے گا۔ آخر میں ملک اور بیرون ملک کے جید علماء کرام کی تصدیقات وتصریحات بھی لاحق دیدی ہیں۔

فضیلت

حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ

دلائل عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں!

عقل وشعور

خداوند قدوس نے جن وجوہات سے انسان کو اشرف واکرم مخلوق قرار دیا ہے ان میں سے ایک اس کا ذی شعور وعقل ہونا بھی ہے اور یہ عقل وشعور ہی ہے جو گفتگو کے وقت متکلم کو "کیوں؟ کس لئے! کیوں کر! کیا وجہ ہے؟ اس لئے اور لہذا وغیرہ جیسے الفاظ کے اصرار پر مجبور کرتا ہے اور یہ صورت حال صرف پڑھے لکھے حضرات تک ہی محدود نہیں بلکہ ذرہ سی سوجھ بوجھ رکھنے والوں، مطلق ناخواندہ اور ان پڑھوں میں بھی منطقی تالیف وترتیب کے لحاظ کے بغیر دلائل کی روشنی میں تبادلہ خیالات ہوتا رہتا ہے اور ان میں بھی عقل کی کسوٹی پر پرکھے بغیر شاید ہی کوئی بات تسلیم ہوتی ہو۔

قلب سلیم کا کام

پھر منطقی دلائل اور عقل وشعور جس بات کی تائید کردیں اسے تسلیم کرنا قلب سلیم ہی کا کام ہوتا ہے، اور یہی قلب سلیم والے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے "قومٌ یعقلون" "اولوا الابصار" اور "اولوا الالباب" جیسے مقدس اوصاف سے قرآن پاک میں یاد فرمایا ہے۔ ان لوگوں کی طبیعت میں اس قدر لچک ہوتی ہے کہ وہ وضوح اور ظہور حق کے بعد اسے تسلیم کئے بغیر رہتے ہی نہیں ہیں۔ ایسے لوگ مسئلہ کو نہیں اس کے دلائل کو مقدم رکھتے ہیں اس لئے کہ مسئلہ دعوے ہوتا ہے اور دلیل گواہ۔ جس طرح دعویٰ سے پہلے گواہ کا وجود وتزکیہ ضروری ہے

اسی طرح مسئلہ سے پیشتر دلیل کا وجود انتہائی لازمی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اختلاف ایک قدرتی امر ہے مگر اس کا دلائل کی روشنی میں ہونا ضروری ہے ورنہ وہ ایک قدرتی امر ہونے کی بجائے کجروی اور گمراہی قرار پائے گا۔

یہی حال زیر بحث مسئلہ کا ہے جس میں شیعہ صاحبان نے بلا دلیل اہلسنت سے اختلاف کر کے کجروی اور گمراہی اختیار کی ہے اہلسنت وجماعت کا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ حتی کہ حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما سے بھی افضل ٹھہرانا ایسے عقلی ونقلی دلائل کی بنا پر ہے جو لاجواب اور ناقابل تردید حیثیت کے حامل ہیں اس کے برعکس شیعوں کا خیال محض وہم کے سوا کچھ نہیں۔

مسئلہ تفضیل حق ہے

یہاں دو باتیں خوب ذہن نشین رہیں اول یہ کہ مسئلہ تفضیل حق ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے بعض نادانوں سے سننے میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام برابر ہیں کوئی کسی سے مرتبے میں بڑھ کر نہیں سب یکساں مرتبہ رکھتے ہیں مولانا ظفر علی صاحب نے بھی اپنے مندرجہ ذیل شعر میں یہی کہا ہے

ہمرتبہ ہیں یاران نبیؐ ۔ کوئی فرق نہیں ان چاروں میں

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر اس قول کی کوئی معقول تاویل نہ کی جائے تو یہ قرآن وحدیث کی تکذیب اور کفر ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ

(ترجمہ) برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں۔ اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے

وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَفَضَّلَ اللّٰهُ	سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے
الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا	جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے
عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً	فضیلت دی اس کی طرف سے درجے اور بخشش
وَّرَحْمَةً ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝	اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان
(سورۃ نسا آیت ۹۵-۹۶)	ہے۔

اس آیت میں واضح ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں اور یہ کہ جو عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکے اگرچہ وہ نیت کا ثواب پائیں گے لیکن جہاد کرنے والوں کو عمل کی فضیلت ان سے زیادہ حاصل ہے مگر ہیں سب جنتی۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ	ترجمہ:۔ اور وہ ہر فضیلت والے کو اس کا فضل
(سورۃ ہود۔ آیت ۳)	دے گا۔

یعنی جس نے دنیا میں اعمال صالحہ کئے اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں اسے اللہ تعالےٰ عملوں کے برابر درجہ دے گا یعنی جیسی کسی کی فضیلت عملیہ ہوگی اسے جنت ویسی فضیلت درجہ حاصل ہوگی۔

تیسری جگہ ارشاد ہے

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ	(ترجمہ) اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت
وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى	والے ہیں اور گنجائش والے قرابت والوں کو
(سورۃ نور آیت ۲۲)	کے دینے کی۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق اکبر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی شان میں نازل ہوئی۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو اولوالفضل (فضیلت والا) کہہ کر آپ کی فضیلت کو منصوص فرما دیا۔ ہمارا مقصود بھی ثابت کہ صحابہ میں تفاضل مسلّم ہے

چوتھی جگہ ارشاد ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (سورۃ حدید آیت ۱۰)

(ترجمہ) تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جن صحابہ کرام نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا جب کہ مسلمان کم اور کمزور تھے وہی مہاجرین وانصار میں سے سابقون اولون ہیں وہ مرتبہ میں ان حضرات سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ اور جہاد کیا جب کہ مسلمان نسبتاً زیادہ اور طاقت ور تھے

اس آیت سے تفاضل صحابہ ثابت ہوا نیز چونکہ یہ آیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اس لئے آپ کی افضلیت کی دلیل بھی ٹھہری۔

ان چاروں آیتوں سے صحابہ کرام میں تفاضل رتبی کا بین ثبوت ہے جس کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ اس طرح مسئلہ تفضیل کی حقیقت قرآن حکیم سے ثابت ہوئی۔ فللہ الحمد

مسئلہ تفضیل حقوق عباد سے ہے فضیلت اور افضلیت میں فرق

دوسری بات جو ذہن نشین ہونی چاہیئے وہ یہ ہے کہ مسئلہ تفضیل حقوق عباد سے ہے جس میں کوتاہی ہوگی تو خدا تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائے گا جب تک کہ خود صاحب حق معاف نہ کرے گا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ۔

فضیلت (یعنی خود اچھا ہونے) اور افضلیت (یعنی دوسروں سے اچھا ہونے) میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ فضیلت میں ضعیف حدیثیں بالاتفاق قبول ہوتی ہیں مگر افضلیت میں بالاجماع ناقابل قبول۔ ضعیف احادیث صرف وہاں قابل قبول ہوا کریں گی جہاں نفع ہی نفع ہو نقصان نہ ہو اور جہاں ان کے قبول

کرنے سے حرام کا حلال یا حلال کو حرام ہونا لازم نہ آتا ہو اور نہ ہی کسی کا حق تلف ہوتا ہو غرضیکہ وہاں کسی بھی صورت میں شرع کی مخالفت کا اندیشہ نہ ہو۔ انسان کے فضائل اعمال کے فضائل کی طرح ہیں جن بزرگوں کی فضیلت تفصیل یا اجمالی طور پر دلائل صحیحہ سے ثابت ہو اگر ان کی کوئی خاص صفت حدیث ضعیف میں آجائے اور کوئی حدیث صحیح اس کے خلاف نہ ہو اس حدیث ضعیف کا مقبول ہونا تو بالکل ظاہر ہے کیونکہ ان بزرگوں کی فضیلت جب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو یہ حدیث ضعیف ان کے موافق ہی ہے جس کے ماننے سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

فضیلت میں حدیثِ ضعیف معتبر ہے مگر افضلیت میں نہیں

اگر کوئی حدیث صحیح نہ ہو اور تنہا حدیث ضعیف ہی فضیلت میں آجائے ساتھ ہی کسی حدیث صحیح کی مخالفت بھی نہ ہو وہ بھی معتبر و مقبول ہوگی کیونکہ وہ کسی حدیث صحیح کی اگر مؤید نہیں مخالف بھی تو نہیں اس لئے فضیلت میں بلا شک و شبہ معتبر و مقبول ہوگی۔ مگر تفضیل کا مسئلہ اس کے برعکس ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں کسی کو دوسرے سے افضل ماننا ہے یہ جب ہی جائز ہوگا جب خدا تعالیٰ و رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع سے ہمیں خوب معلوم ہوجائے۔

اس لئے کہ ______

یہ حقوق عباد سے ایک حق ہے شرعی اسباب و علل استحقاق پر غور کئے بغیر آنکھیں بند کرکے یوں ہی مصنوعی اور اندھی عقیدت کی بنا پر کسی کو افضل اور کسی کو مفضول قرار دینا اتلاف حق کا موجب ہوسکتا ہے جو بہت بڑا ظلم ہے اور فسق بھی۔ جسے دوسرے حقوق عباد کی طرح خدا تعالیٰ بھی معاف نہ کرے گا، جب تک کہ خود صاحب حق معاف نہ کرے بلکہ بلا علم و بلا ثبوت افضلیت کا حکم لگا بیٹھے اگر عند اللہ غلطی ہوگی کہ مفضول کو افضل اور افضل کو مفضول بنا دیا تو اس سے جہاں فریق اول کے حق میں ناجائز غلو اور افراط ہوا، وہاں نہ صرف یہ کہ فریق ثانی کا حق ضائع ہوا بلکہ

شان میں تفریط و تنقیص بھی ہوئی جو کسی طرح جائز نہیں بلکہ حرام اور اشد حرام ہے۔

یہاں تین قباحتیں لازم آئیں بلکہ چار شمار کیجئے ایک تو فریق اول کی شان میں غلو دوسرے تحمیل حرام افضل کو مفضول بنانا، تیسرے تنقیص شان افضل، اور چوتھے اس کے حق کی تضییع و اتلاف جو سراسر ظلم اور خلاف عدل و انصاف ہے کیونکہ افضل کہنا حق اس کا تھا، دیا اور کو بالخصوص زیر بحث مسئلہ میں جب کہ عقیدہ میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تفضیل متفق و مثبت و مدلل و مجمع علیہ ہے اور اس کے خلاف سقیم و ضعیف حدیثوں سے استدلال کیا جائے۔ جیسا کہ آج کل کے کم علم لوگ اس قسم کی حدیثوں سے استناد کرکے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں جو شریعت کے صریح خلاف اور سنت پاک سے کھلا انحراف ہے اسی لئے ائمہ کرام نے ایسے تفضیلیوں کو بھی رافضی ٹھہرایا ہے۔ کما بینہ امامنا ابوحنیفۃ زمانہ وجنید اوانہ الامام احمد رضا خان اسکنہ اللہ تعالیٰ فی صدر الجنان فی کتابہ الشریف مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین بلکہ اگر بالفرض تفضیل صدیق اکبر پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے خلاف کوئی حدیث صحیح آجائے تو وہ ضرور ضرور واجب التاویل پھر اگر خدانخواستہ اس میں صلاحیت تاویل نہ ہو تو اسے قبول ہی نہ کیا جائیگا، کیونکہ حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی افضلیت تواتر و اجماع سے ہے کوئی حدیث جو خبر واحد ہو کیسی ہی صحیح کیوں نہ ہو تواتر و اجماع کے مقابلے میں نہیں آسکتی۔

بخاری کی ایک حدیث سے افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک زبردست اعتراض اور اس کا بہترین جواب

ہماری مذکورہ بالا تحقیق سے ایک زبردست اعتراض بھی اٹھ جاتا ہے جو بخاری کی ایک حدیث سے افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر وارد ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۸ کتاب الایمان)

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نیند کی حالت میں دیکھا کہ وہ میرے پیش کئے جارہے ہیں جب کہ ان پر قمیصیں تھیں کچھ لوگوں کی قمیصیں چھاتیوں تک تھیں اور کچھ اس سے بھی کم اور عمر بن خطاب میرے پیش ہوئے جب کہ ان پر قمیض تھی لمبی جسے وہ زمین پر گھسیٹ رہے تھے۔ صحابہ نے پوچھا آپنے اس لمبی قمیض کی کس چیز سے تعبیر فرمائی؟ فرمایا دین سے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ حدیث کے لفظ "النَّاسَ" میں عموم ہے جس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شمول کا وہم بھی ہو سکتا ہے جس سے لازم آئے گا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دین میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی زائد ہوں لہذا ان سے افضل ہوں گے!

مگر ہماری گزشتہ تقریر اگر دل نشین ہے تو یہ وہم خود بخود مدفوع ہوتا دکھائی دے گا وہ یہ کہ یہ حدیث خبر واحد ہے جس کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی متواتر اور اجماعی افضلیت سے تعارض واقع ہو رہا ہے اس صورت میں خبر واحد واجب التاویل ہے اگر تاویل کی صلاحیت نہ رکھتی ہو تو واجب الرد ہوگی۔ مگر بحمد تعالیٰ بخاری کی یہ حدیث صالح تاویل ہے اور تاویل یہ ہے کہ یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تواتر و اجماع سے مخصوص ہیں اور یہ حدیث انہیں شامل ہی نہیں ہے۔

البتہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضور کی امت کے باقی سب افراد کو یہ حدیث شامل ہے اور وجہ شمول عدم وجود مخصص ہے، بلکہ اس کے برعکس اجماع و تواتر باقی سب افراد کے شمول و عموم کا حامی و مؤید ہے کیونکہ بالفرض حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد باقی حضرات پر حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کی افضلیت کیخلاف کوئی صحیح حدیث بھی آجائے تو وہ بھی تواتر اور اجماع سے مؤول ہوگی یا مردود۔

اسی حدیث کی شرح میں امام احمد قسطلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَئِنْ سَلَّمْنَا التَّخْصِیْصَ بِهٖ فَهُوَ مُعَارَضٌ بِالْاَحَادِیْثِ الْکَثِیْرَةِ الْبَالِغَةِ دَرَجَةَ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِیِّ الدَّالَّةِ عَلٰی اَفْضَلِیَّةِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَا تُعَارِضُهَا الْاٰحَادُ وَلَئِنْ سَلَّمْنَا التَّسَاوِیَ بَیْنَ الدَّلِیْلَیْنِ لٰکِنَّ اِجْمَاعَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلٰی اَفْضَلِیَّتِهٖ وَهُوَ قَطْعِیٌّ فَلَا یُعَارِضُهٗ ظَنِّیٌّ۔

ارشاد الساری الی شرح صحیح البخاری ج ۶ صفحہ ۱۰۶/۱۰۷

ترجمہ:۔ یعنی اگر ہم اس حدیث کی فاروق اعظم کے ساتھ تخصیص تسلیم کریں تو یہ ان بہت سی حدیثوں کے معارض ہے جو تواتر معنوی کو پہنچتی ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ پر دلالت کرتی ہیں، سو اخبار احاد ان کا معارض نہیں کر سکتیں اور اگر ہم افضلیت کی دونوں دلیلوں کی برابری بھی تسلیم کریں لیکن اہلسنت وجماعت کا اجماع افضلیت صدیق پر قائم ہے اور وہ قطعی ہے لہذا خبر واحد مذکور ظنی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی

وللہ الحمد

الغرض مسئلہ افضلیت ہرگز فضائل کے قبیل سے نہیں ہے جن میں ضعیف حدیثیں قابل توجہ ہوتی ہیں بلکہ یہ عقائد قطعیہ کے باب سے ہے جس میں ضعیف حدیثیں تو کجا رہیں احاد صحاح بھی قابل توجہ نہیں سمجھی جاتیں۔ کما هو مصرح فی المواقف وشرحه۔

مسلک اہلسنت دلائل کی روشنی میں

اہلسنت وجماعت کا مسلک یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام مخلوقات الٰہی جنوں اور انسانوں سے کلی طور پر افضل و اعلیٰ ہیں، علم تقوے اور معرفت الٰہیہ میں کوئی ان کے برابر نہیں پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے اس پر اہلسنت وجماعت

کا اجماع و اتفاق ہے جسے تسلیم کئے بغیر کوئی شخص ہرگز ہرگز اہلسنت و جماعت سے نہیں ہو سکتا، اگرچہ وہ اپنے آپ کو سنی کہتا پھرے، اس کے کہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔

یہی وجہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت عظمیٰ و امامت کبریٰ بلا فصل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس پر فائز ہوئے، نیز اس پر جمہور اہل سنت کا اجماع و اتفاق ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سب سے عند اللہ افضل و اعلیٰ ہیں ان کے بعد حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہٗ کا مرتبہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان حضرات کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کرنا اور ان کی زیر حکومت تمام فرماں برداری کرنا بھی بمطابق ترتیب خلافت ان کے افضل ہونے کی بڑی دلیل ہے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ و کلیہ قرآن و حدیث اور اجماع اہلسنت جیسے ناقابل تردید دلائل سے محقق و مثبت ہے جنہیں بغور دیکھنے کے بعد ہر عقل مند مسلک مہذب اہلسنت کی تحقیق و تصویب پر مجبور ہو جاتا ہے۔

افضلیت اور قرآن حکیم

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے ثبوت میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات پیش کی جا سکتی ہیں۔

آیت نمبر ۱

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِیْ يُؤْتِیْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ

(ترجمہ) اور اس سے بہت دور رکھا جائے گا وہ جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو

یرضٰی ٥ (لیل ۷ تا ۲۱) سب سے بلند ہے اور بے شک عنقریب وہ راضی ہوگا۔

امام بزار نے حضرت زبیر بن عوام سے، ابن جریر، ابن منذر، آجری اور ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ سے اور حضرت امام حاکم نے حضرت ابن اسحاق سے بسند خود روایت کیا ہے اور ساتھ ہی کہا کہ یہ روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے وہ یہ کہ یہ آیتیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے بارے میں اتریں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

اَجْمَعَ الْمُفَسِّرُوْنَ مِنَّا عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
(تفسیر کبیر ج ۸ صہ ۶۱۷)

یعنی مفسرین اہلسنت نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

امام ابن جوزیؒ نے بھی یہی کہا ہے اس میں لفظ "اتقیٰ" سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جس کے معنی ہیں "سب سے بڑا پرہیزگار" اور قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے وہی سب سے افضل ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ
(سورۃ حجرات، آیت ۱۳)

(ترجمہ) بے شک اللہ کے ہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے

ایک شبہ کا ازالہ

شیعوں کا کہنا ہے کہ اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مراد ہونا وزنی دلائل سے ثابت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن، سنت اور اجماع مجتہدین سے بڑھکر کوئی وزنی دلیل نہیں یہاں پر تین ایسے ناقابل تردید دلائل ہیں جن کی بنا پر ان آیتوں کے مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

ناقابل تردید دلائل

جن کی بنا پر ان آیتوں کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

دلیل اوّل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان آیتوں کا مصداق بنانا اجماع کے خلاف ہے اور اجماع کے خلاف کرنا جائز نہیں، لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان آیتوں کا مصداق بنانا جائز نہیں۔

دلیل دوم اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى (یعنی اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) دیکھو تائید کرتا ہے کہ اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مراد ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مراد لینے پر لازم آئے گا کہ ان پر کسی کا کچھ احسان نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بے شمار احسانات ہیں اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ان کے والد سے لے لیا تھا اور ان کی خود پرورش فرمائی ان کے خورد و نوش اور لباس وغیرہ جیسی ضروریات زندگی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کفیل تھے۔ اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا بہت سا مال خرچ کیا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کا اعتراف فرمایا۔

مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ اِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِئُهُ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا

یعنی ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا، ابوبکر کے سوا پس بے شک اس کا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ اسے خدا تعالیٰ قیامت میں چکائیگا

عَنِّیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ الخ
(ترمذی ج ۲ صہ ۲۰۹)

اور کسی کے مال نے مجھے ہرگز اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ ابوبکر کے مال نے مجھے نفع دیا۔ الخ

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی دنیاوی احسان نہیں اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا مال، اہل وعیال اور جان تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دی، لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان آیتوں کے مصداق ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ٹھیک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی دنیاوی احسان نہیں، دینی اور اخروی حسان تو ہے اس کا بدلہ تو ان کو چکانا تھا لہذا وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى (ترجمہ گزر چکا ہے) کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں بن سکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض بالکل بیکار اور لایعنی ہے کیوں کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دینی احسان ہے مگر اس کا بدلہ چکانا مطلوب نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان فرما دیا

لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ط
(شوری۔ آیت ۳)

یعنی میں اس تبلیغ رسالت اور ارشاد و ہدایت پر تم سے کچھ عوض نہیں مانگتا۔

اور وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى سے وہ نعمت اور احسان مراد ہے جس کا بدلہ چکایا جائے، جیسا کہ تُجْزٰى کے لفظ سے واضح ہے جو نعمت کی صفت مخصوصہ ہے اور وہ دنیاوی احسان ہی ہو سکتا ہے، اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا:۔
"اور اس پر کسی کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ چکایا جائے"
لہذا اس آیت کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق ہی ہو سکتے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آیت میں لفظ اَلْاَتْقٰی کو عام رکھا جائے تاکہ یہ حکم ہر پرہیزگار کو شامل ہو

اس کا جواب یہ ہے کہ الاتقی اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کا مقتضی اور موضوع لہٗ خصوص ہے عموم لینے کے لئے " اَلْاَتْقٰی "کو مجاز اَلتَّقِیّ کے معنی میں کرنا پڑے گا اور مجازی معنے اس وقت ممکن ہوگا جب اَتْقٰی کا اپنے معنے موضوع لہ یعنی خصوص میں استعمال متعذر اور ناممکن ہو کیونکہ ائمہ اصول فرماتے ہیں کہ حقیقت جب تک ممکن ہو مجازی معنی لینا جائز نہیں۔ لیکن یہاں حقیقی معنی ممکن ہیں لہذا مجازی معنی لینا جائز نہیں بلکہ سبب نزول اور اجماع مفسرین بھی اسے مجاز پر محمول کرنے کے حق میں نہیں ہیں اس لئے واجب ہے کہ " اَلْاَتْقٰی " میں لام عہد خارجی کا قرار پائے اور اس کے معہود و مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں۔

لہذا آپ کی افضلیت قرآن سے ثابت رہی۔ فللّٰہ الحمد

آیت نمبر ۲

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں قرآن کی دوسری آیت ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰی

یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے بلند و بالا پروردگار کی رضا جوئی ہی کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور ضرور عنقریب وہ راضی ہوں گے

مگر سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے :

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝

(سورۃ دہر آیت ۱۰)

بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے یعنی ہمیں اپنے رب سے اس ترش اور نہایت سخت دن کا ڈر ہے اس لئے ہم تم سے اپنے عمل کی جزا یا شکرگزاری نہیں چاہتے یہ عمل

اس لئے ہے کہ ہم اس دن خوف سے امن میں

رہیں۔

یہ اور اوپر کی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا اپنا مال دینا خدا کے لئے تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہونے والی آیت بتاتی ہے کہ ان کا مال کو خرچ کرنا خدا اور قیامت کے دن کے خوف سے کے لئے تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ والی آیت یہ بتاتی ہے کہ وہ قیامت کے دن کے خوف سے بالاتر ہوکر صرف اور صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لئے مال خرچ کرتے تھے نہ آپ کو قیامت کے ترش سخت دن کا ڈر تھا اور نہ ہی ثواب سے کوئی غرض۔ بلکہ ذات باری تعالیٰ کی رضا جوئی آپکا اولین اور آخرین مقصود تھا لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل و اعلیٰ ثابت ہوئے۔

ان دو آیتوں کے علاوہ دس آیتیں اور بھی ہیں جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر شاہد عدل ہیں بخوف طوالت انہیں نقل نہیں کیا جاتا۔

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور احادیث شریفہ

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ثبوت میں مندرجہ ذیل احادیث شریفہ پیش کی جاسکتی ہیں۔

حدیث اوّل امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعری سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے اور آپکے مرض میں اضافہ ہو گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ کہ ابوبکر کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائے یعنی میری جگہ لوگوں کا نماز میں امام بنے۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ کہا اے اللہ کے پیارے رسول ابوبکر ایک نرم دل آدمی ہیں جب آپ کی جگہ نماز پڑھانے کھڑے ہوں گے تو فرط غم سے وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے یعنی ان کی جگہ کسی اور کو مقرر فرمادیں۔

اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ کہ اے عائشہ تو ابوبکر سے کہدے وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر ام المومنین نے پھر وہی بات دہرائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُرِیْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ کہ اے عائشہ ابوبکر سے کہدے کہ وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں کی طرح ہو۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم بھیجا۔ حدیث کے الفاظ ہیں:۔

فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری مجتبائی ج ۱ ص ۹۳)	یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آیا تو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت حدیث متواتر سے ثابت ہے،

یہ حدیث متواتر ہے، حضرت عائشہ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زمعہ، ابوسعید، علی بن ابی طالب اور حفصہ بی بی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے اس حدیث کو حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت مطلقہ کلیہ، خلافت حقہ اور آپ کے سب سے زیادہ لائق امامت ہونے کی ٹھوس دلیل قرار دیا ہے — چنانچہ امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں:۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهٗ	یعنی علماء کرام نے اس حدیث کے بارے میں

اَوْضَحُ دَلَالَۃً عَلٰی اَنَّ الصِّدِّیْقَ اَفْضَلُ الصَّحَابَۃِ عَلَی الْاِطْلَاقِ وَاَحَقُّھُمْ بِالْخِلَافَۃِ وَاَوْلٰیھُمْ بِالْاِمَامَۃِ (ص۲۳)

کہا ہے کہ یہ اس بات پر دلالت کرنے میں نہایت واضح ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق سب صحابہ سے مطلقاً افضل، خلافت کے سب سے زیادہ حقدار اور امامت کے سب سے زیادہ لائق ہیں۔ رضی اللہ عنہ ومنہم اجمعین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آٹھ روز تک نمازیں پڑھائیں

امام ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں کہ امام ابن عدی، ابوبکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں کہ امیرالمومنین حضرت ہارون الرشیدؒ نے ان سے فرمایا کہ اے ابوبکر لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور جانشین کیسے منتخب کیا؟ ——— انہوں نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین اللہ تعالیٰ خاموش رہا، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور مسلمان خاموش رہے، حضرت ہارون الرشید نے فرمایا ——— اے ابوبکر! قسم بخدا مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی (کہ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے) ——— ابوبکر کہتے ہیں، میں نے کہا امیرالمومنین یوں سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ روز بیمار رہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت اقدس ہوئے عرض کی یارسول اللہ آپ کی جگہ لوگوں کو نمازیں کون پڑھائے؟ فرمایا۔ ابوبکر سے کہو لوگوں کو نمازیں پڑھاتے رہیں تو حضرت ابوبکر صدیق لوگوں کو آٹھ روز نمازیں پڑھاتے رہے جب کہ اس دوران وحی بھی نازل ہوتی رہی (اگر خدا تعالیٰ کو حضرت ابوبکر کی امامت پسند نہ ہوتی تو وحی کے ذریعے منع فرما دیتا مگر ایسا نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ بات خدا تعالیٰ کو پسند تھی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا کی خاموشی کی وجہ سے خاموش رہے اور لوگ بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی کی وجہ سے خاموش رہے۔ فَاَعْجَبَہٗ فَقَالَ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ ص۲۲ ——— یعنی ابوبکر بن عیاش کی یہ بات امیرالمومنین کو پسند آئی تو خوش ہو کر بولے خدا تجھ

میں برکت فرمائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے نمازیں پڑھیں

آخری ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ بعض کی طرف سے بار بار مشورہ عرض ہوا کہ وہ بہت رقیق القلب ہیں آپ کو مصلے پر نہ پاکر رو پڑیں گے اور ان سے نمازیں نہ پڑھائی جائیں گی۔ آپ ان کی بجائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمائیں مگر آپ نے ہر بار یہ فرماکر کہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کو ابوبکر ہی منظور ہیں، ان کے مشورے کو قبول نہ فرمایا (ملاحظہ ہو بخاری مجتبائی ج ۱ ص ۱۳) ——— چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی امامت کراتے رہے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مقدس مصلے پر چھوڑکر دنیا سے رخصت ہوئے اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی دوسرا صحابی۔ حضرت عمر، حضرت عثمان یا حضرت علی رضی اللہ عنہم افضل ہوتا یا کم از کم ہی ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رقت قلبی کے عذر کا مشورہ قبول فرماکر ان کی بجائے کسی دوسرے کو مقرر مگر ایسا نہ کیا۔ اس سے واضح ہوگیا کہ حضور کی نظر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوئی مثال ہی نہ تھا ——— اس لئے انہیں اپنا مصلے سپرد فرمایا بلکہ خود بھی ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں ——— چنانچہ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ———

حدیث ——— ۱ وَرُوِیَ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ قَاعِدًا (ترمذی ج ۱ ص ۴۸) ———

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

پھر امام ترمذی دوسری حدیث نقل فرماتے ہیں ———

۲ وَرُوِیَ عَنْ اَنَسِ بْنِ

یعنی حضرت انس بن رضی اللہ عنہ سے

مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰی خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّھُوَ قَاعِدٌ

(ترمذی ج ۱ صہ ۴۸)

مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے نماز پڑھی۔

پھر تیسری حدیث نقل فرماتے ہیں

۳ — عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ مَرَضِہٖ خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ قَاعِدًا فِی الثَّوْبِ مُتَوَشِّحًا بِہٖ (ترمذی ج ۱ صہ ۴۸)

یعنی حضرت انس سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔ جسے بغل کے نیچے سے کرکے شانے مبارک پر ڈالا ہوا تھا۔

ان تینوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی — اسی طرح نسائی میں بھی دو حدیثیں ہیں۔

۴ — عَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰخِرُ صَلٰوۃٍ صَلَّاھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ الْقَوْمِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُتَوَشِّحًا خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ

(نسائی ج ۱ صہ ۱۲۷)

یعنی سب سے آخری نماز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کیساتھ ایک کپڑے میں پڑھی جسے آپ نے بغل کے نیچے سے کرکے شانے شریف پر ڈالا ہوا تھا۔ ابوبکر صدیق کے پیچھے تھی۔

دوسری حدیث میں ہے۔

۵ — عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ صَلّٰی لِلنَّاسِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الصَّفِّ (نسائی ج ۱ صہ ۱۲۷)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے صف میں تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی

حدیثوں میں تعارض کا رفع

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو آپ مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مصلے پر کھڑے رہنے کا اشارہ کیا۔ مگر آپ پیچھے آ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ فارغ ہونے کے بعد آپ نے حضرت ابوبکر صدیق سے پوچھا کہ جب میں نے تمہیں مصلے پر کھڑا رہنے کا ارشاد فرمایا تھا تو تم پیچھے کیوں ہٹ آئے؟ آپ نے عرض کی:۔

مَا كَانَ لِابْنِ اَبِي قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری ج ۱ صہ ۹۴)

ابو قحافہ کے بیٹے کو لائق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھے۔

حضرت ابو قحافہؓ کا مختصر تذکرہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسر نفسی کے طور پر اپنے آپ کو ابوبکر کہنے کی بجائے ابن ابی قحافہ کہا۔ ابو قحافہ آپ کے والد ماجد کی کنیت ہے ان کا نام عثمان بن عامرؓ ہے۔ فتح مکہ کے روز اسلام لانے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تاکہ شرف بیعت سے مشرف ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ "تم نے بزرگ کو یہاں آنے کی تکلیف دی اچھا ہوتا کہ یہ اپنے گھر میں تشریف رکھتے ہم تمہاری تکریم و تعظیم سے وہاں ہی تشریف لے چلتے اور یہ مسلمان ہو جاتے" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یہ آپ کی خدمت میں پہلے آہی رہے تھے۔ پھر آپ نے انہیں مشرف بہ اسلام کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کی عمر اس وقت کافی تھی۔ ان

کے سر اور داڑھی کے بال نہایت سفید ہو چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیاہ خضاب کو چھوڑ کر کسی دوسرے خضاب سے انکے بالوں کی سفیدی کو بدل دو۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ آپ ہی پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے خضاب لگایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد بھی حیات رہے اور ان کے ترکہ سے چھٹا حصہ پایا اور انہیں کے بچوں کو واپس کر دیا۔ آپ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت پائی۔ آپ نے ۹۰ سال کی عمر میں ۱۴ھ ماہ محرم میں وفات پائی۔ آپ نے احادیث شریفہ بھی روایت کی ہیں۔ ——— اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۷۴/۲۷۵ م

اسی طرح کی اور بھی احادیث ہیں جن میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے کو ہٹ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کرائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مقتدیوں میں شریک ہو گئے مگر نسائی اور ترمذی کی احادیث ابھی گزریں کہ آنحضرت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ آپؐ مقتدی تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ امام۔ ———

یہ تعارض اور تضاد قائم ہو گیا جسے دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کے آخری ایام عمر میں بارہا نمازیں پڑھائیں۔ جن میں سترہ نمازوں کی صراحت تو بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ اس لئے اختلاف روایات کو اختلاف احوال و تعدد واقعات پر محمول کیا جائے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ادباً پیچھے ہٹ جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک امامت کے فرائض انجام دے سکنے کے قابل ہوتی تو آپ آگے بڑھ جاتے اور اگر طبع شریف اس قابل نہ ہوتی تو آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلے پر ہی کھڑے رہنے کو بامر و اصرار مجبور فرماتے تو وہ ——— اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبْ ——— کی رو سے تعمیل حکم کر کے نماز پڑھا دیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقتدیوں ہی میں جلوہ گر رہتے۔

کما اشار الیہ الامام ابن حجر العسقلانی فی الفتح (فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۳)

بہر صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہے اس کا منکر کوئی جاہل ہی ہوگا۔

چنانچہ انسان العیون میں امام ترمذی سے منقول ہے انہوں نے فرمایا۔ ——

ثَبَتَ اَنَّهٗ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰی خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ مُقْتَدِیًا بِهٖ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَلَا یُنْکِرُ اِلَّا جَاهِلٌ لَا عِلْمَ لَهٗ بِالرِّوَایَةِ (انسان العیون ج ۲ ص ۴۶۵)

یعنی یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض وفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اس کا جاہل ہی منکر ہوگا۔ جسے اس روایت کا کوئی علم نہیں۔

نیز —— واضح ہو کہ اس میں تین نمازیں پڑھنے کا ذکر ہے مگر بقیہ کی نفی نہیں ہے، لہٰذا تین والی روایت سترہ والی روایت کے منافی نہیں ہوگی۔

بات تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی ہو رہی تھی مگر —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانے اور خود ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا ثبوت دینا اس بنا پر ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے افضل ہونے کی تائید ہوتی ہے، اگرچہ امام کا ماموم اور مقتدی سے افضل ہونا ضروری اور یقینی نہیں تاہم زیر بحث واقعہ ایک طرح کی خصوصیت کا حامل ہے وہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق کی رقت قلبی کے عذر پہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے امام بنانے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی گئی مگر آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو امام بنانے پر اصرار کرتے رہے اور دنیا سے رخصت ہونے، ان کے سوا اور کسی کو اپنا سجادہ اور مصلے سپرد نہ فرمایا اور اس کے خلاف مشورہ دینے پر ناگواری کا اظہار فرمایا یہ اس امر کی یقینی دلیل ٹھہرتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سب صحابہ سے افضل ہیں اور صحابہ کا ان کے متبادل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی پیش کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی سب صحابہ سے افضل ہیں۔

چنانچہ امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔ ——

فِیْهِ تَقْدِیْمُ اَبِیْ بَکْرٍ وَتَرْجِیْحُهٗ

کہ اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا

عَلٰی جَمِیْعِ الصَّحَابَۃِ وَفَضِیْلَۃُ عُمَرَ بَعْدَہٗ (فتح الباری ج ۱ صہ ۱۲۲)

سب صحابہ سے مقدم اور افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہوتے کوئی امامت نہ کرائے (حدیث ۲)

ہماری اس تقریر کی اس حدیث سے بھی تائید ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کے ہوتے کوئی امامت نہ کرائے۔

چنانچہ ترمذی میں ہے:

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا یَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِیْہِمْ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّؤُمَّہُمْ غَیْرُہٗ (ترمذی جلد ۲ صہ ۲۰۸)

یعنی جس قوم میں ابوبکر موجود ہوں ان کی امامت ان کے بغیر کسی مناسب نہیں۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ المحققین، امام الکاملین، غوث الواصلین، سند العارفین سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شریف میں اور عمدۃ المحققین امام المحدثین حضرت مولانا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں۔

فِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی فَضْلِہٖ فِی الدِّیْنِ عَلٰی جَمِیْعِ الصَّحَابَۃِ فَکَانَ تَقْدِیْمُہٗ فِی الْخِلَافَۃِ اَوْلٰی وَاَفْضَلُ (لمعات)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دین میں تمام صحابہ سے افضل ہیں تو خلافت میں انہیں کا مقدم کرنا۔ بہتر اور افضل تھا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں

وَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّہٗ اَفْضَلُ جَمِیْعِ الصَّحَابَۃِ فَاِذَا ثَبَتَ ھٰذَا

اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے

فَقَدْ ثَبَتَ اِسْتِحْقَاقُ الْخِلَافَةِ وَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُجْعَلَ الْمَفْضُوْلُ خَلِيْفَةً مَعَ وُجُوْدِ الْاَفْضَلِ (مرقات ج ۵ صـ ۵۲۸)

افضل ہیں جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ان کا سب سے اوّل مستحق خلافت ہونا ثابت ہو گیا اور یہ مناسب نہیں کہ غیر افضل کو افضل کے ہوتے خلیفہ بنایا جائے۔

واضح ہو کہ ہمارا موضوعِ کلام اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا اثبات ہے اور یہی آپ کے خلافت کے زیادہ اور اولٰی حقدار ہونے کو لازم ہے اگر دوسرے دلائل سے صرف نظر کیا جائے تو یہی دلائل حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت و احقیت بالخلافۃ کیلئے کافی ہوں گے کیونکہ دونوں میں تلازم ہے۔ تاہم ناظرین کرام آپ کے خلافت کے سب سے زیادہ اور اوّل حقدار ہونے کے دوسرے عقلی اور نقلی دلائل ہماری تصنیف ــــــ "نَيْلُ الْفَضْلِ بِالْخِلَافَةِ بِلَا فَصْل" ــــــ میں ملاحظہ فرمائیں جو انشاء اللہ عنقریب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر ہدیۂ ناظرین ہوگی۔ اس میں ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ خلافت بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی خلافت حقہ ہے ــــــ اس کے برعکس روافض کا نعرۂ خلافت بلافصل خود روافض ہی کے مذہب ناہذب میں ممنوع و ملعون ہے (ملاحظہ ہو شیعوں کی معتبر کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" صـ ۱۱، باب الاذان)

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

افضلیتِ صدیق رضی اللہ عنہ میں تیسری حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ وَلٰكِنْ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ (بخاری ج ۱ صـ ۵۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اپنی امت سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ اور لیکن وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے ـــــ أَخِي فِي الدِّينِ وَصَاحِبِي فِي الْغَارِ
یعنی ابوبکر میرے دینی بھائی اور غار کے ساتھی ہیں۔

اس حدیث سے خُلت کی اہمیت واضح ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوا کوئی اس کا مستحق نہ تھا۔ اس سے آپ کی افضلیت ثابت ہوئی۔

خلت کا مقام محبت سے اونچا ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ و فاطمۃ الزہراؓ وغیرہما جیسے کئی صحابہ کو محبوب تو قرار دیا مگر خلیل نہ فرمایا۔ بلکہ اس کے بارے میں فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کسی صاحب کو یہ شبہ لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام "خلیل" ہیں۔ اگر خلت محبت سے افضل ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے؟

اس کا جواب یہ ہے ـــــ کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اللہ تعالےٰ نے خلیل فرمایا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خلت سے نوازا۔

چنانچہ مسلم شریف میں ہے ـــــ وَقَدِ اتَّخَذَ اللّٰهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلًا
(اپنی طرف اشارہ کرکے فرمایا) اللہ تعالےٰ نے تمہارے صاحب کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ بعض علماء کا محبت کو خلت سے افضل قرار دینا کما قال الامام العلام القاضی عیاض رضی اللہ عنہ فی کتابہ الشریف الشفاء لائق نظر اور تامل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنا لیا۔

بلکہ امام واحدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَنِيْ خَلِيْلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ إِلَّا لَهُ فِيْ أُمَّتِهِ خَلِيْلٌ أَلَا وَإِنَّ خَلِيْلِيْ أَبُوْبَكْرٍ۔

(مرقات ج ۵ ص ۵۲۵ ومواھق ص۲)

اللہ تعالےٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسے حضرت ابراہیمؑ کو خیلا بنایا اور یہ کہ ہر نبی کا اس کی امت میں ضرور ایک خلیل ہوتا تھا سنو بے شک میرا خلیل ابوبکرؓ ہے۔

اسی طرح امام حافظ ابوالحسن علی بن عمر حربی سکری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوائد میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال سے پانچ دن قبل آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ ——

"ایسا کوئی نبی نہیں گزرا جس نے اپنی امت سے اپنا ایک خلیل نہ بنایا ہو اور بے شک میرے خلیل ابوبکر ہیں" —— (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۵۲۵ - و ارشاد الساری شرح بخاری ج ۶ ص ۸۶ و فتح الباری ج ۷، ص ۱۴)

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات شریفہ سے پانچ روز قبل خلیل بنانے کا اعلان فرمانا اس حدیث سے معارض ہے جو صحیح مسلم میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے پانچ روز پیشتر سنا آپ نے فرمایا کہ "میں اس بات سے بری ہوں کہ تم میں سے میرا کوئی خلیل ہو، میرا خلیل تو اللہ ہی ہے" —— یہ حدیث اوپر کی ان دو حدیثوں سے معارض ہے جو ابوامامہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔ یہ تعارض کیسے رفع ہوگا!

اس کا جواب یہ ہے کہ —— حدیث جندب رضی اللہ عنہ پہلے کی ہے اور سابقہ دونوں حدیثیں بعد کی ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل مجدہ کی شدت محبت اور اس کی تعظیم و تواضع میں اس کے علاوہ کسی اور کو خلیل بنانے سے برات کا اظہار فرمایا

جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تو اللہ تعالےٰ نے آپ کے اس شوق و جذب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم میں آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنانے کی اجازت بخش دی۔ لہٰذا آپ نے انہیں اپنا خلیل بنا لیا۔ جیسا کہ حضرت ابوامامہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے (فتح الباری ج ۷، صـ۱۴۱۔ ارشاد الساری ج ۶ صـ۸۶ و مرقات ج ۵ صـ ۲۲۵)

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے امام بخاریؒ روایت فرماتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ، فَنُخَيِّرُ اَبَا بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ .

(صحیح بخاری ج ۱ صـ ۵۱۸)

یعنی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں لوگوں کے ایک دوسرے سے افضل ہونے کی باتیں کرتے تھے تو ہم حضرت ابوبکرؓ کو سب سے افضل بتاتے پھر عمر بن خطاب کو پھر عثمان بن عفان کو۔

———— رضی اللہ عنہم اجمعین

یعنی ہم جب لوگوں کے ایک دوسرے سے افضل ہونے کی باتیں کرتے اور کہتے کہ فلاں سے فلاں افضل ہے تو اس سلسلہ میں ہم کہتے کہ امتِ محمدیہ میں سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں، پھر عمر فاروقؓ پھر عثمان غنیؓ ———— طبرانی کی روایت میں اس سے آگے ہے ———— فَيَسْمَعُ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ذٰلِكَ فَلَا يُنْكِرُهُ (ارشاد الساری ج ۶ صـ ۸۵)

کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہوتے تھے تو اس کا انکار نہ فرماتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے۔ کیونکہ یہ حدیث تقریری ہے

یہاں پر امام قسطلانیؒ اور امام عسقلانیؒ فرماتے ہیں:- ————

وَقَدْ اطْبَقَ السَّلَفُ عَلٰی اَنَّہٗ اَفْضَلُ الْاُمَّۃِ حَکَی الشَّافِعِیُّ وَغَیْرُہٗ اِجْمَاعَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ عَلٰی ذٰلِکَ۔ (ارشاد الساری ج ۶ صہ ۸۵۔ فتح الباری ج ۷ صہ ۱۳)

اور سابق بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تمام امت سے افضل ہیں امام شافعیؒ وغیرہ نے اس بات پر صحابہ و تابعین کا اجماع و اتفاق نقل کیا ہے۔

افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں انہوں نے فرمایا کہ:۔

کُنَّا فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا نَعْدِلُ بِاَبِیْ بَکْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُکُ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا نُفَاضِلُ بَیْنَہُمْ (بخاری ج ۱ صہ ۵۲۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم کسی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے برابر نہ کرتے پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو چھوڑ دیتے انہیں ایک دوسرے سے افضل نہ کہتے۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم بزرگی میں انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ سے کسی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر نہ کرتے۔ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم کہا کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حیات ہوتے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور طبرانی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں ہم کہا کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب امت میں افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، پھر عمرؓ پھر عثمانؓ۔ تو آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنتے ہوتے اور اس کا انکار نہ فرماتے۔ اور ابن سلیمان نے فضائل الصحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ مجلس سے حضرت ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے چلے جانے کے بعد ہم کہتے یہ لوگ برابر ہیں

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنتے ہوتے اور انکار نہ فرماتے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کی افضلیت اہلسنت کا متفق علیہ مسلک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا ذکر نہ کرنا مسلک اہلسنت کے خلاف ہے حالانکہ مسلک اہلسنت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے ذکر نہ کرنے سے حضرت عثمانؓ کے بعد ان کے افضل ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ (صواعق ص۵۸) کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ عدم ذکر الشئی سے عدم الشئی لازم نہیں آتا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اعتقاد شائع نہ ہو بلکہ اس کے بعد دلائل و قرائن کی فراہمی سے معرض ثبوت میں آیا ہو اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اعتراف بعض روایات میں ثابت ہے (ملاحظہ ہو فتح الباری ج، ص۱۳)

چنانچہ ابن عساکر نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔
—— كُنَّا نَقُولُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ" (ارشاد الساری ج ۲ ص۵۸) —— یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے کرتے تھے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ ہیں۔ یعنی ان کے مراتب اسی ترتیب سے ہیں۔
حضرت علیؓ کی شہادت کہ بعد از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ افضل ہیں

افضلیت صدیق رضی اللہ عنہ کی پانچویں حدیث

حضرت مولا علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کے صاحب زادے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے

ں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے دریافت کیا۔ ——

اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ وَخَشِیْتُ اَنْ یَّقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے۔ فرمایا ابو بکرؓ۔ انہوں نے کہا میں نے دریافت کیا کہ پھر کون فرمایا عمرؓ۔ اور مجھے ڈر لگا کہیں اب عثمانؓ کا نام نہ لے لیں۔ تو میں نے کہا کہ پھر آپ افضل ہیں! فرمایا میں تو عام مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔

امام ابن عساکرؒ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اسی حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے محمد بن حنیفہ سے فرمایا —— اِنَّ الثَّالِثَ عُثْمَانُ —— کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد تیسرے درجے پر افضل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں (ارشاد الساری ج ۶ صفحہ ۹۴) (فتح الباری ج ۷ صفحہ ۲۶)

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا اپنے بارے میں فرمانا کہ میں عام مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں تواضع کے طور پر ہے ورنہ آپ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ آپ اس وقت جب کہ اپنے صاحبزادے نے یہ سوال کیا سب سے افضل تھے۔ کیونکہ آپ سے یہ سوال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوا۔ اور حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ آپ ہی افضل ہیں تبھی تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے نام لینے سے پہلے کہہ دیا کہ پھر آپ افضل ہیں۔ مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سن لیا تشفی ہو گئی۔

مسئلہ افضلیت کے قطعی و ظنی ہونے کی نفیس بحث

افضل البشر بعد الانبیاء	جمیع اہلسنت وجماعت تمام متقدمین معتزلہ وکوفہ کے شیعان اولین اور کچھ متاخرین معتزلہ اور عبد الرزاق ایسے بعض مصنفین شیعہ کے

نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں اور عام شیعہ و متاخرین معتزلہ کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا امام ابوالحسن اشعری و امام شافعی و حضرت مجدد الف ثانی و حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و محدث علی قاری رضی اللہ عنہم کے نزدیک قطعی ہے۔ ملاحظہ ہو (مکتوبات ج ۲ ص ۱۳۰، ۱۳۱ والسر الجلیل للمحدث الدہلوی ص ۹۳ و الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۲ و الصواعق ص ۵۸ و شرح فقہ اکبر ص ۶۴) اور دلیل یہ کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے تفضیل کے منکر کو اسی کوڑوں کی سزا کا مستحق قرار دیا اور ظنی میں سزا نہیں ہوتی اس کے برعکس جمہور علماء کے نزدیک یہ تفضیل ظنی ہے قطعی نہیں۔

سوال جن حضرات کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے وہ اس کے منکر کو کافر کیوں نہیں ٹھہراتے جبکہ قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے؟

جواب جواب یہ ہے کہ ہر قطعی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ اس اجمال کی تفصیل کے سلسلے میں قطعی کی قسمیں معلوم کرنا ضروری ہے۔

مسائل قطعیہ کی قسمیں مسائل قطعیہ اعتقادیہ ہوں یا عملیہ دو قسم ہیں ـــــ اول وہ کہ ان میں دلائل کا تعارض و علماء کا اختلاف واقع نہ ہوا ہو اور ان کے اثبات کے دلائل تاویل کا احتمال بھی نہ رکھتے ہوں جیسے توحید باری تعالیٰ اور اس کی صفات سبعہ کا اثبات وغیر ذلک اور ظاہر ہے کہ مسئلہ تفضیل اس قبیل سے نہیں ہے اور ـــــ دوم وہ مسائل کہ ان میں علماء نے اختلاف کیا ہو اور دلائل تاویل کے محتمل بھی ہوں لیکن مجتہدین کی ترجیح اور جانبین کی طرف سے بحث و تمحیص کے بعد اختلاف ختم ہو گیا اور مسئلہ کی ایک جانب منقح و مقرر ٹھہری ہو۔ یہ قسم ابتداءً تو ہر گز قطعیت کی حامل نہیں لیکن بالآخر قطعیت پر منتج ہوئی جیسے آخرت میں دیدار خداوندی اور عدم خلق قرآن وغیرہما مسئلہ تفضیل اسی سے قبیل ہے کہ صدر اول میں اختلاف رہا صحابہ کی جماعت قلیلہ تفضیل سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی

ل تھی اور اس سلسلے میں کچھ دلائل بھی دیے جاتے تھے جبکہ تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما کے کچھ دلائل
قابل تاویل و تخصیص بھی تھے لیکن بالآخر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عہد معدلت میں اس
مسئلہ کی تشہیر و ترجیح و تاکید و تقریر فرمائی گئی کہ دلائل میں تعارض ختم ہوگیا اور تفضیل شیخین رضی اللہ
عنہما کی جانب راجح و معین قرار پائی۔ اس سلسلے میں دلائل تو بہت ہیں مگر تنگی وقت حائل ہے
خلاصہ یہ ہے کہ آنجناب کے اسی جلیل القدر اصحاب مسئلہ تفضیل شیخین کے راوی ہیں۔
اور تقریبات مختلفہ میں انہوں نے آنجناب سے اس مسئلہ کو سماعت فرمایا دارقطنی اور دیگر محدثین
آنجناب مولا محبوب کائنات رضی اللہ عنہ سے روایات صحیحہ لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

لَا یُفَضِّلُنِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُّہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ —

کہ جو شخص مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھے گا میں اسے بہتان تراشی کی سزا دونگا
آنجناب کے یہ الفاظ مسئلہ کی قطعیت پر بہ کمال صراحت رکھتے ہیں کیونکہ ظنیات میں
بالاجماع سزا نہیں ہے۔ گویا تفضیل کا منکر نہ صرف اہلسنت سے خارج و گمراہ ہے سزا و تعزیر
کا بھی مستحق ہے۔

قطعی الاصل وظنی الکیفیتہ نیز یاد رہے کہ کبھی مسئلہ اصل میں قطعی ہوتا ہے اور اس
کی کیفیت کی تعیین ظنی ہوتی ہے جیسے صفات سبعہ کا
اثبات بلاشبہ قطعی ہے اور ان کا زائد بر ذات یا ان کا عین ذات یا لاعین ولا غیر ہونا ظنی
ہے اسی طرح عدم خلق قرآن کا مسئلہ قطعی ہے اور اس بات کی کیفیت کی تعیین کہ کلام نفسی
قدیم ہے یا الفاظ کلیہ بالخصوصیات محل ظنی ہے وہذا فی الاعتقادیات۔ اب یہی صورت حال
عملیات میں ملاحظہ فرمائیے مثلاً حجۃ الوداع اصل حج کے اعتبار سے تو قطعی ہے مگر تعیین کیفیت
کہ قران تھا یا تمتع یا افراد یہ ظنی ہے اس لئے اصل میں اتفاق کے باوجود اس میں علماء نے
اختلاف کیا ہے۔
مسئلہ تفضیل اسی قبیل سے ہے کہ اصل تفضیل قطعی ہے مگر نزاع و تعارض کے بعد اور

اس کی کیفیت کہ یہ تفضیل کس چیز میں ہے کثرت ثواب مع نفع اعظم فی الاسلام یا کسی دوسری چیز میں یہ ظنی ہے اس میں قطع ویقین کسی طرف میں نہیں۔

تفصیل تفضیل

تفضیل کی بہت سی اقسام ہیں جن کی مختصر سی تفصیل یہ ہے کہ تفضیل کبھی اصطفائی ہوتی ہے اس میں عمل کا تعلق نہیں ہوتا اللہ تعالےٰ اس کے بغیر بعض کو بعض پر فضیلت بخش دیتا ہے جیسے بیت اللہ کو تمام بیوت اور حجر اسود کو تمام احجار ولیلۃ القدر کو تمام لیالی اور جمعہ کے دن کو تمام ایام اور ماہ رمضان کو تمام مہینوں اور انبیاء کو تمام امتوں پر فضیلت ہے —— اور کبھی تفضیل تبعی لا ذاتی ہوتی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریفہ و ازواج مطہرات کو سب کی اولاد و ازواج پر فضیلت ہے اور تفضیل بنی ہاشم بر جمیع قبائل اس قسم کی تفضیل میں تو کسی طرح بھی نزاع و اختلاف نہیں۔ اور —— تیسری تفضیل جزائی ہے عمل کے مقابلے میں وہو المتنازع فیہ اور دنیاوی امور مثلاً قوت بدن و بلاغت لسان و حسن سیاست ملکیہ میں تفضیل کا اصلا اعتبار نہیں البتہ امور اخروی مثلاً تقویٰ و دیانت میں تفضیل معتبر ہے —— کما قال تعالےٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور علم میں بھی کما قال تعالےٰ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون —— اور جہاد میں بھی کما قال تعالےٰ وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجرا عظیما —— اور حسن خلق میں بھی کما قال علیہ السلام خیرکم خیرکم لاھلہ —— اور کثرت محبت وکثرت ذکر الٰہی ان تمام امور میں مولا و محبوب کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل مگر شیخین کریمین رضی اللہ عنہما مولا علی کرم اللہ وجہہ سے بھی افضل ہیں۔

افضل سے کیا مراد ہے

اگرچہ ہمارا مسلک یہی ہے کہ افضل کے معنی یہ ہیں کہ اللہ عز وجل کے یہاں زیادہ عزت و جاہ والا ہونا ہے اسی کو کثرت ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں نہ کہ کثرت اجر عمل کہ یہ بسا اوقات

مفضول کو بھی حاصل ہوتی ہے ——— چنانچہ سیدنا امام مہدی کے ساتھیوں کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ ان میں ایک کیلئے پچاس کا اجر ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی کہ ان میں کے پچاس کا یا ہم میں کے پچاس کا؟ فرمایا بلکہ تم میں کے پچاس کا۔ تو اجر ان کا زائد ہوا مگر افضلیت میں وہ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتے بڑھکر ہونا تو کجا رہا ——— کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں سید المرسلین وسید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت کا شرف۔ اس کی مثال یوں سمجھئے۔ جیسے بادشاہ نے اپنے وزیر اور دیگر افسران کو کسی مہم کے سر کرنے کو بھیجا اس کے فتح ہونے پر ہر افسر کو ایک ایک لاکھ روپیہ انعام میں دیا اور وزیر کو اپنی خوشنودی اور قرب خاص کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ بظاہر یہ سرٹیفکیٹ لاکھ روپے سے کم مالیت کا ہے بلکہ معمولی سی قیمت کا کاغذ ہوگا مگر اعزاز شرف اور قرب سلطان کی رو سے لاکھ روپیہ اس کے سامنے ہیچ ہے۔

کما قال صدر الملۃ والشریعۃ حکیم الامۃ المحمدیہ مفتی اسلام سیدی ابوالعلاء محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی رضی اللہ عنہ فی کتابہ المبارک ——— "بہار شریعۃ" ج ۱ ص ۲۰۷ ——— نیز امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی افضلیت کو کثرت ثواب اور نفع عظیم فی الاسلام سے تعبیر کیا اور فرمایا ہے

کہ شیخین کثرت ثواب و نفع اسلام مسلمین میں سب سے بڑھکر ہیں۔	انما اکثر ثوابا واعظم نفعا للمسلمین والاسلام (صواعق ص۵۹)

مجدد اعظم اسلام شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد میں معنی افضلیت فرماتے ہیں ——— الافضلیۃ فی کثرۃ الثواب وقرب رب الارباب ص۱۲۷ والکرامۃ عند اللہ ص۱۲۵ ——— یعنی افضلیت کثرت ثواب، قرب خداوندی اور بارگاہ ایزدی میں عزت سے عبارت ہے

خلاصہ یہ کہ تفضیل سیدنا صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بر جمیع آیت قطعی از قبیل ثانی یا ظنی ہے جس کا منکر اہلسنت سے خارج ہے تو یہ اہلسنت کے علامات میں سے ایک علامت ہے جس میں نہ پائی جائے تو وہ سنی نہ ہوگا۔

اہلسنت کی علامات

چنانچہ امام محمد بن محمد کردری صاحب فتاویٰ بزازیہ متوفی ۸۲۷ھ اپنی مشہور کتاب مناقب امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ اہلسنت کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا —— تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ وَ مَحَبَّۃُ الْخَتَنَیْنِ الخ (ج ۱ صہ ۱۳۲) —— یعنی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو یکے بعد دیگرے سب صحابہ و امت سے افضل قرار دینا اور عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا۔ اہلسنت کی علامات سے ہے"۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کے بارے میں امام صاحب نے توقف فرمایا لیکن جمہور اہلسنت کا یہی مسلک ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

(شرح مسلم للنووی ج ۲ صہ ۲۷۳ باب فضائل الصحابہ)

"جس نے مجھے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے افضل کہا میں اسے بہتان تراشی کی سزا دوں گا" —— حضرت علیؓ

(حدیث ۶)

امام ذہبی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتے ہیں جس شخص کا مجھے پتہ چلا کہ وہ مجھے ان سے افضل قرار دیتا ہے تو وہ بہتان تراشی کرنے والا ہوگا اور اسے وہی سزا ملے گی جو ایک بہتان تراش کو دی جاتی ہے۔ سنو اگر میں یہ سزا بہتان تراشی کا یقینی پتہ چلانے سے پہلے دے سکتا تو ضرور دیتا۔ مگر میں جب تک بہتان

گا کہ یقینی پتہ نہ چلا لوں اسے سزا دینا نامناسب سمجھتا ہوں۔ اسی طرح امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا:۔

لَا اَجِدُ اَحَدًا فَضَّلَنِیْ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُّہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ (صواعق امام ابن حجر مکی ص۶۰)

یعنی مجھے جس کسی کا علم ہوا کہ وہ مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتا ہے تو اسے میں بہتان تراشی کی سزا دوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق جنت میں داخل ہوں گے (حدیث ۷)

ابو داؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میری خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے وہ جنت دکھائی جس میں میری امت داخل ہو گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں آپ کے ہمراہ ہوتا اور جنت کا مشاہدہ کرتا۔ آپ نے فرمایا:۔

اَمَا اِنَّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ (ابو داؤد شریف ج ۲ ص ۶۴۰)

سنو! اے ابوبکر، میری امت میں سب سے پہلے تم ہی جنت میں داخل ہو گے۔

حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ اَفْضَلُ الْاُمَّةِ (مرقات ج ۵ ص ۵۲۹)

یعنی اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری امت سے افضل ہیں۔

راقم الحروف محمد غلام سرور قادری رضوی عرض گزار ہے کہ اس حدیث سے آپ کے افضل الامت ہونے کی بنا آپ کا سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا ہے۔ اگر آپ ساری امت اور سب صحابہ سے افضل نہ ہوتے تو جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے کا شرف آپ کو کیسے میسر آتا۔ نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ آپ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں جس کے انعام میں آپ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے —— وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الخ —— پھر جس طرح آپ دخولِ جنت میں سب سے اول ہوں گے۔ اسی طرح مراتبِ جنت میں بھی آپ سب کے سردار ہوں گے کل امت سے افضل ہونے کا جو شرف آپ کو حاصل ہوا یہ دنیا کی زندگی سے مختص نہیں ہے۔ بلکہ اسی طرح جنت میں بھی بعد از انبیاء آپ ہی سب کے سردار ہوں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کل جنتیوں کے سردار —— حدیث (۸)

چنانچہ صحیح ترمذی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ سَيِّدَا كُهُوْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ (ترمذی ج ۲ صہ ۲۰۷)

کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نبیوں اور رسولوں کے سوا سب اولین و آخرین ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں۔

اسی طرح یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی اور ابوجحیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور امام ابویعلی نے حضرت انس سے اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت جابر و ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور امام محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں حضرت علی رضی

اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا تو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی اچانک آتے نظر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:۔

هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ مَا خَلَا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ (صحیح ترمذی ج ۲ ص ۲۰۶)

یہ دونوں، نبیوں اور رسولوں کے سوا سب اولین و آخرین ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں۔ اے علی تم انہیں نہ بتانا

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ترمذی کی اس حدیث کی سند میں ولید بن محمد موقری ہے اور وہ سند حدیث میں ضعیف ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے اعتراف کرتے ہوئے فرمایا ہے ـــــ الولید بن محمد الموقری یضعف فی الحدیث (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۶) ـــــ کہ ولید بن محمد موقری حدیث میں ضعیف سمجھا جاتا ہے۔ لہذا یہ حدیث قابل قبول نہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ ـــــ فضیلت میں حدیث ضعیف قابل قبول ہوتی ہے جیسے کہ تحقیق گزر چکی ہے لہذا یہ کہنا کہ یہ حدیث قابل قبول نہیں غلط ہے۔ علاوہ ازیں یہی حدیث امام ترمذی نے دوسری سند کے ساتھ اپنے شیخ یعقوب بن ابراہیم دورقی کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس میں کوئی ضعف نہیں ہے لہذا یہ حدیث معتبر قرار پاتی ہے والله الحمد۔

یاد رہے کہ کہول ۳۰ سال سے ۵۱ سال تک کی عمر والے کو کہتے ہیں (قاموس ج ۴ ص ۴۶ و منتہی الادب ج ۴ ص ۱۱۰)

ایک اور سوال اور اس کا جواب

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تو ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہوئے جوانوں کے سردار نہ ہوئے لہذا جنت میں ان کا سب

کا سردار ہونا ثابت نہ ہوا۔ بلکہ جنت میں تو کوئی بھی ادھیڑ عمر کا نہ ہوگا۔ لہٰذا یہ کسی کے بھی سردار نہ ہونے
جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ جنت میں کوئی بھی ادھیڑ عمر نہ ہوگا۔ بلکہ سب جوان ہوں گے مگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے کہول کا لفظ استعمال کرنا ان کے کمال شان کی طرف اشارہ ہے
اس لئے کہ ـــــ کہل (ادھیڑ عمر والے) ـــــ جوانوں کی نسبت عقل و فراست کی رو سے تمام
افراد انسان سے زیادہ کامل و مکمل ہوتے ہیں۔ اور جنت کے درجے بھی عقل و فراست کے مطابق دیئے
جائیں گے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما اس حدیث کے مطابق دنیا کی طرح جنت
میں بھی تمام جنتیوں کے سردار ہوں گے۔ کہول کے لفظ کے استعمال فرمانے میں یہی معنوی وسعت ملحوظ
خاطر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے جسے امام احمد رضی اللہ
عنہ نے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ـــــ

هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَشَبَابِهَا بَعْدَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ (مرقات ج ۵ ص ۵۴۹)	یہ (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نبیوں اور رسولوں کے بعد سب ادھیڑ عمر اور جوان جنتیوں کے سردار ہیں۔

حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام جنتی جوانوں کے سردار اور
حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے بھی سردار ہیں یہی مسلک محقق اہلسنت
و جماعت ہے اور اسی پر اجماع و اتفاق ہے۔ کما مر تحقیقہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار وزیر دو آسمان پر دو زمین پر

(حدیث ۹)

امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا :- ـــــ

مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَلَهُ وَزِيرَانِ فِي	کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس کے دو وزیر

السَّمَآءِ وَوَزِيرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ وَاَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ (صحیح ترمذی ج ۲ ص ۲۰۸)	آسمان میں اور دو وزیر زمین میں ز ہوں پس آسمان والوں سے میرے دو وزیر جبرائیل اور میکائل ہیں اور زمین والوں سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فِيْهِ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلٰى فَضْلِهِمَا عَلٰى غَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَهُمْ اَفْضَلُ الْاُمَّةِ وَعَلٰى اَنَّ اَبَا بَكْرٍ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ (مرقات ج ۵ ص ۵۵)	کہ اس حدیث میں اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر دوسرے صحابہ سے افضل ہیں جب کہ صحابہ ساری اُمت سے افضل ہیں اور یہ کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما۔

حرف واؤ ترتیب کا فائدہ دیتا ہے

راقم السطور سراپا قصور محمد غلام سرور قادری رضوی عرض کناں ہے کہ اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کی وجہ حرف واؤ ہے کیونکہ حرف واؤ اگرچہ جمع مطلق کیلئے ہے تاہم دانا متکلم کے کلام میں اس کے اپنے سے ترتیب کا اثر معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ اس سے نہ تو کوئی نقص لازم آئے اور نہ ہی خلاف محظور۔ نیز اسی طرح امام حاکم نے ابوسعید خدری ؓ اور حکیم ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

آسمان والوں سے میرے دو وزیر ہیں اور زمین والوں سے دو وزیر۔ آسمان والوں سے دو وزیر جبریل و میکائل اور زمین والوں سے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں۔

امام ابن عساکر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے (زمین پر) دو وزیر ہیں اور میرے دو وزیر اور میرے دو ساتھی ابوبکر و عمر ہیں۔ امام جلیل حافظ ابوالحسن علی بن نعیم بصری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابوبکر آپ کے دائیں اور عمر بائیں بیٹھے تھے آپ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک حضرت ابوبکر کی پیٹھ پر رکھا اور بایاں حضرت عمر کی پیٹھ پر رکھا پھر ان دونوں سے فرمایا تم دنیا میں میرے دو وزیر ہو اور تم آخرت میں بھی میرے وزیر ہو۔ میری اور تمہاری قبریں اسی طرح پھٹیں گی جس طرح اس وقت اور اس حالت میں ہم بیٹھے ہیں۔ یعنی ہم تینوں ایک ہی جگہ سے اٹھیں گے۔ اور ہم تینوں اسی طرح رب العالمین کا جنت میں دیدار کریں گے۔ (مرقات ج ۵ صفحہ ۵۵)

عرش کے پائے پر لکھا ہے

صاحب الاباج اپنی سند کیساتھ راوی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد رشید حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔

مَكْتُوبٌ عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَوَزِيْرَاهُ اَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ وَعُمَرُ الْفَارُوْقُ (مرقات ج ۵ ص ۵۵)

یعنی عرش کے پائے پر لکھا ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق آپ کے دو وزیر ہیں۔

امام سمرقندی رضی اللہ عنہ اپنی سند کیساتھ حضرت امام عبدالعزیز بن عبدالمطلب سے راوی ہیں انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں سے جبرئیل و میکائیل اور زمین والوں سے حضرت ابوبکر و عمر سے میری مدد فرمائی" (مرقات)

پھر ترازو اٹھا لی گئی۔ عجیب و غریب حدیث ۲

امام ابوداؤد و ترمذی حضرت ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

میں بیان کیا کہ ——— یا رسول اللہ! میں نے دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ترازو نازل ہوئی اس میں آپ کا اور ابوبکرؓ و عمرؓ کا وزن کیا گیا۔ آپ بھاری ہو گئے۔ پھر ابوبکرؓ و عمرؓ کا وزن کیا گیا تو ابوبکرؓ بھاری ہو گئے پھر عمرؓ اور عثمانؓ کا وزن کیا گیا تو عمرؓ بھاری ہو گئے۔ اور پھر ترازو اٹھالی گئی "

اس خواب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا۔

خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ (بحوالہ مشکوٰۃ) | یعنی جو تو نے دیکھا یہ نبوت کی خالص خلافت ہے پھر جس کو خدا چاہے بادشاہت دے۔

اس حدیث کی شرح میں مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے حضرت عثمانؓ سے بھاری ثابت ہو جانے کے بعد ترازو کے اٹھالیے جانے کی تاویل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے بعد زوال آنا شروع ہوگا اور فتنے سر اٹھائیں گے۔ پھر فرماتے ہیں۔

وَمَعْنٰى رُجْحَانِ كُلٍّ مِّنَ الْاٰخَرِ فِي الْمِيْزَانِ اَنَّ الرَّاجِحَ اَفْضَلُ مِنَ الْمَرْجُوْحِ (مرقات ج ۵ صفحہ ۵۵) | اور ہر ایک کے دوسرے سے وزن میں بھاری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بھاری ہونے والا اس سے افضل ہے۔ جس سے وہ بھاری ہوا۔

اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا ایک دوسرے سے وزن اس لئے نہ کیا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سابقہ خلفاء کے مقابلہ میں سب کے اجماع و اتفاق سے نہ تھی۔ بلکہ اس میں صحابہ کا اختلاف ہو گیا تھا کچھ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کرتے تھے اور کچھ تسلیم نہ کرتے تھے اور یہ وہی حضرات تھے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل تھے۔ اگرچہ اس اختلاف میں اہلسنت وجماعت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی خطاء پر تھے۔ مگر یہ خطا اجتہادی تھی اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عنداللہ مواخذہ سے بری بلکہ ایک ثواب کے مستحق تھے۔ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہونے کی وجہ سے دو ثواب کے مستحق۔

اس مسئلہ کی سیر حاصل بحث انشاء اللہ عنقریب آئے گی۔ پھر اس خواب کی تاویل میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا کہ ——— "یہ نبوت کی حقیقی اور خالص خلافت ہے، پھر جس کو خدا چاہے بادشاہت دے" ——— مطلب یہ ہے کہ خلافت نبویہ خالصہ جو نبوت کا پورا پورا عکس ہوگی اور جس میں نبوت کی مکمل جھلک ہوگی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی۔ اور ان کے بعد حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی خلافت میں نبوت کی وہ پوری جھلک نہ ہوگی اور نہ ہی وہ عکس کامل باقی رہے گا۔ بلکہ ان کی خلافت میں بادشاہت کا کچھ شائبہ شامل ہو جائے گا اور اختلافات و تشدد کے طوفان امڈ آئیں گے۔" قالہ الامام الطیبی رضی اللہ عنہ (مرقات ج ۵ ص۱۵۱)

حدیث ۱۱

امام عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور امام نعیم وغیرہ کئی ایک سندوں کیساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ وہ یعنی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو درداء سے فرمایا کہ "اے ابو درداء! تم ایک ایسے شخص کے آگے ہو کر چل رہے ہو جو تم سب سے افضل ہے" ——— پھر فرمایا:۔ ———

فَوَاللّٰہِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ اَفْضَلَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ (صواعق ص۶۸ وخلافۃ الابوابی ص۱۴۴ وحاشیہ خیال ص۱۴۴)

یعنی اللہ کی قسم نبی کے سوا سورج نے کسی ایسے شخص پر نہ طلوع کیا ہے اور نہ غروب کیا ہے جو ابوبکر سے افضل ہو۔

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر آج تک نبیوں کے سوا کوئی ایسا پیدا ہی نہیں ہوا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں ——— مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَفْضَلَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ ——— کہ نبیوں اور رسولوں کے بعد سورج نے کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں کیا جو ابوبکر صدیق سے افضل ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ــــــ

مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰی اَحَدٍ مِنْكُمْ اَفْضَلَ مِنْهُ	کہ سورج تم میں سے کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو ابوبکر سے افضل ہو۔

(الطبرانی وغیرہ بالسند ولہ شواہد بالصحۃ واشار الامام ابن کثیر الی صحتہ (صواعق ص۶۸)

ایک سوال و جواب اس حدیث میں تو افضل ہونے کی نفی ہے جس سے مساوات فی الرتبہ بھی ثابت ہو سکتی ہے ــــ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال لغت پر مبنی ہے جو کہ عرف کے خلاف ہے۔ عرف کی رو سے یہی معنی ہوگا کہ سیدنا صدیق اکبر سب سے افضل ہیں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ

جب عرف و لغت میں تعارض ہو تو ترجیح عرف کو ہو گی کہ جب محاورہ میں کہا جائے کہ ــــ لیس فی ھذا البلد احد افضل من زید ــــ کہ اس شہر میں زید سے کوئی افضل نہیں ــــ تو اس کا مفہوم لغوی تساوی کا نہیں بلکہ مفہوم عرفی افضلیت کا لیا جائے گا۔ چنانچہ علامہ حسن چلپی حاشیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں ــــ والعرف اذا عارض اللغۃ کان الترجیح للعرف (شرح مواقف ج ۸ ص۳۶۶) ــــ نیز شرح تجرید میں ہے ــــ ان الغالب من حال کل اثنین ھو التفاضل دون التساوی فاذا انفی افضلیۃ احدھما ثبت افضلیۃ الآخر (شرح تجرید مبحث الٰہیات ص۹) ــــ یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے حال سے غالب تفاضل ہے تساوی نہیں تو جب ان میں سے ایک کی افضلیت کی نفی ہوئی تو دوسرے کی افضلیت ثابت ہو گئی۔ اس قاعدہ سے یہاں مفہوم عرفی معتبر ہو گا ــــــ نیز حدیث کا محل ورود اور واقعہ حضرت ابی درداء بھی مفہوم عرفی کا ہی مؤید ہے ــــــ

محاورات اور کلام کے سیاق کا یہی تقاضا ہے کہ ــــــ اس حدیث کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل بنایا جائے۔ اسی لئے علم کلام کے ماہرین

علماء نے اس حدیث سے یہی استفادہ کیا ہے چنانچہ علامہ فہامہ شمس الملۃ والدین امام احمد بن موسیٰ المعروف علامہ خیالی متوفی ۸۶۰ھ شرح عقائد کے حاشیہ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں ــــــ

وَمِثْلُ هٰذَا السَّوْقِ لِاِثْبَاتِ اَفْضَلِيَّةِ الْمَذْكُوْرِ بِهٖ لِيَظْهَرَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَفْضَلُ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ اَيْضًا (حاشیہ خیالیہ ص۱۲۱ طبع مصر)	یعنی کلام کا اس جیسا سیاق شخص مذکور کی افضلیت کے اثبات کے لئے ہوا کرتا ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی امتوں سے بھی افضل ہیں۔

اور وجہ ظہور یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث شریف ــــــ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ الخ ــــــ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غیر کی افضلیت کی نفی کو سورج کے طلوع وغروب پر معلق فرما دیا تو اس سے عموم حاصل ہو گیا۔ کیونکہ طلوع آفتاب اس امت سے مختص نہیں ہے بلکہ باقی امتوں پر بھی آفتاب کا طلوع ہوا۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عموم کلام پاک سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ صرف اس امت سے بلکہ تمام امتوں سے بھی افضل قرار پاتے ہیں۔ والحمد للہ

ایک سوال اور جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے بارے میں بھی تو فرمایا ہے کہ ــــــ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رَجُلٍ خَيْرٍ مِنْ عُمَرَ ــــــ لہٰذا یہ اس حدیث کے خلاف ہوگی جو حضرت ابوبکر کی شان میں وارد ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد حدیث مذکور علی الاطلاق ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد حدیث جسے امام ترمذی نے صحیح ترمذی میں روایت کیا ہے (ج ۲ ص ۲۰۹) حضرت ابوبکر کے زمانہ کے بعد پر محمول ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی مخالفت اور تعارض باقی نہیں رہتا۔ فالحمد للہ

مسئلہ تفضیل میں حقائق کا تتبع

کسی کی افضلیت کے تعین کے لئے دو طریقے ہیں اول شارع علیہ السلام کی طرف سے نص ہو شیخین رضی اللہ عنہما اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل میں جو نصوص وارد ہیں ان میں غور وخوض کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کی افضلیت متعین ہوجاتی ہے بلکہ ان کی افضلیت میں لفظ افضل و خیر مدعی میں نص صحیح کے طور پر متواتر و مشہور ہیں کیونکہ لفظ افضل و خیر جو کہ مدعی میں نص ہے حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں صحیح و مشہور و مسلم ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں لفظ سید واحب وارد ہوا ہے وہ ان کی افضلیت کے لئے نص کی حیثیت نہیں رکھتا جیسا کہ آگے چل کر اس قسم کے تمام اعتراضات کے جوابات مذکور ہوں گے، دوسرا طریقہ ان اعمال و خدمات اسلام کا تتبع اور جائزہ لینا کہ دلیل افضلیت قرار پاتے ہیں تو اس لحاظ سے بھی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق ہی حضرت علی مرتضٰے سے افضل قرار پاتے ہیں رضی اللہ عنہم

افضلیت کی بنا سات عملوں پر

محققین اسلام و مفکرین شریعت نے افضلیت کی بنیاد سات عملوں پر رکھی ہے

جہاد۔ علوم عامہ۔ علوم قرآنیہ۔ تقویٰ و اتباع شریعت، زہد۔ صدقہ و انفاق فی سبیل اللہ و حسن سیاست ـــــــ افضل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام امور میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر ہو۔ اگر ہم ان سات امور میں حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تقابل جائزہ لیں تو حضرات شیخین حضرت علی سے ان تمام امور میں بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں پھر ان کی افضلیت سے انکار کرنا کہاں کی دانش مندی ہے۔

جہاد میں شیخین کی افضلیت

جہاد یقیناً و قطعاً معیار افضلیت ہے، قرآن میں ہے:

فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃً وکلا وعد اللہ الحسنیٰ وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجرًا عظیما درجاتٍ منہ ومغفرۃً ورحمۃً وکان اللہ غفورًا رحیماہ (سورت النساء آیت ۹۵)

یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کا بیٹھنے والوں سے درجہ بلند کیا ہے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ تعالےٰ جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے اُس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت بخشنے والا مہربان ہے

شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جہاد میں شیخین سے افضلیت حاصل تھی لہٰذا وہ افضل ہوئے۔

جہاد کی تین قسمیں

ہم کہتے ہیں جہاد کی تین قسمیں ہیں اول ــــ جہاد باللسان یعنی جہاد زبانی کہ اسلام کا پیغام پہنچانا، شریعت کے احکام سمجھانا اور وعظ و نصیحت کرنا، ترغیب و ترھیب اور حقانیت اسلام و صداقت مسلک پر دلائل قائم کرکے مخالفین کے شکوک و شبہات کو رفع کرنا ــــ دوسرا وہ جہاد جو جنگ کے وقت ہوتا ہے مثلاً عمدہ تدابیر سوچنا اور اچھی رائے قائم کرنا مخالفین کے دلوں میں رعب ڈالنا، عملی طور پر جنگ میں حصہ لینے کے لئے مجاہدین تیار کرنا اور اپنی فوج کو بڑھانا اور مال و دولت خرچ کرکے آلات جہاد فراہم کرنا اور فوج کے لئے مناسب سواریوں کا بندوبست کرنا اور طرح طرح کے منصوبوں سے مخالفین اسلام کی جمعیت کو منتشر کرکے ان کی اجتماعی قوت کو کمزور کرنا ــــ تیسرا ــــ جہاد بالید ــــ اور تلوار و بندوق ہاتھ میں لیکر میدان کارزار میں پہنچنا اور دست بدست لڑنا ہے۔

اگر غور کیا جائے ــــ تو معلوم ہوگا کہ جہاد کا یہ تیسرا قسم پہلے دو قسموں سے کم تر مرتبہ رکھتا ہے۔ اور پہلے دو قسموں کے مقابلہ میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ آنحضرت

بی جہاد کرنے کا حکم تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے ــــــ

یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ	یعنی اے نبی محترم کافروں اور منافقوں سے جہاد فرمایئے اور ان پر سختی کیجیے۔

(سورت توبہ آیت ۷۳، و سورت تحریم آیت ۹)

اور دوسری جگہ آپ کو یوں حکم ہوتا ہے ــــــ

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (سورت نساء آیت ۸۴)	یعنی اے نبی محترم اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیئے۔

اور خوب روشن کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باوجود جہاد کے تیسرے قسم سے بنفس نفیس مصروف نہیں ہوئے البتہ پہلے دونوں قسم کے جہادوں میں بنفس نفیس شامل و شاغل رہے ــــــ لہٰذا ہر صورت جہاد کے وہی دونوں قسم افضل و اعلیٰ ٹھہرے۔

اب انصاف سے دیکھا جائے تو حضرات شیخین جہاد کے ان دونوں قسموں میں تمام صحابہ سے پیش پیش رہے کیونکہ ابوبکر صدیق ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے امتی ہیں جنہوں نے اپنی دعوت پر سب سے پیشتر تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا۔ انہی کی تبلیغ سے اکابر و عمدہ صحابہ نے اسلام قبول کیا۔ اور آپ ہمیشہ اسی تبلیغ میں مصروف رہے اور اس سلسلہ میں زبردست مصائب و آلام برداشت کیے۔ بلکہ آنحضرت کی مدافعت کرتے ہوئے قریش کے بے حد تشدد کا بارہا نشانہ بنتے اور لہولہان ہوتے رہے ــــــ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس روز اسلام لائے اُس روز ہی سے اسلام کو ظہور کا موقع ملا اور عباداتِ اسلام جو پوشیدہ انجام پاتی تھیں مکہ میں علانیہ ہونے لگیں۔ کفار مکہ جو مسلمانوں پر باز کی طرح جھپٹتے تھے اب اپنی جانیں بچانے کی فکر کرنے لگے اور دونوں حضرات سے اسلام کو وہ قوت و غلبہ حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا وزیر و مشیر بنا لیا۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مامن نبیّ الّا وله وزیران من اهل السّمآء و وزیران من اهل الارض فامّا وزیرای من اهل السّمآء فجبریلُ ومیکائل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکرٍ وعمر

(صحیح ترمذی ج ۲ ص)

یعنی ہر نبی کے آسمان والوں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں سے دو وزیر ہوتے ہیں۔ پس آسمان والوں سے میرے دو وزیر جبرئیل ومیکائل علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں اور زمین والوں سے میرے دو وزیر ابوبکر وعمر ہیں رضی اللہ عنہما

اور یاد رہے کہ ـــــ وزیر ایسے لوگوں کو بنایا جاتا ہے جو علم وفضل اور باقی صلاحیتوں میں اپنے تمام معاصرین سے بڑھکر ہوں جیسے جبرائیل ومیکائل تمام فرشتوں سے افضل ہیں اسی لئے حضور کے وزیر ہیں اسی طرح حضرات شیخین تمام صحابہ وباقی امت محمدیہ سے افضل ہیں اسلئے نگاہِ نبوت نے وزارت جیسے اہم عہدہ کے لیے ان کا انتخاب فرمایا

ابوبکرؓ وعمرؓ میرے کان اور آنکھیں ہیں (الحدیث)

اور انہی حضرات کی جانثاری اور خدمت گزاری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر متاثر ہوئے کہ ان حضرات کو اپنے کان اور آنکھیں قرار دیا۔ چنانچہ امام ترمذی نے اپنی ترمذی " اور امام حاکم نے مستدرک میں اس کی صحت کا قول کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن حنظلہ سے اور امام طبرانی نے حضرت عمرو ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ـــــ

انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم رأی ابابکرٍ وعُمرفقال هٰذ ان السّمع والبصرۃ

بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق وعمرؓ فاروق کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ دونوں (میرے لئے) کان اور

آنکھیں ہیں۔

دوسری حدیث میں جسے امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عباس سے اور خطیب نے جابر سے اور امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——

ابوبکرٍ وعمر منی بمنزلۃ السمع والبصر من الرأس (صواعق ص۸۷)	یعنی ابوبکر وعمر میری نسبت ایسے ہیں جیسے کان اور آنکھ سر کی نسبت

غرض کہ —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہم میں حضرات شیخین سے مشورہ فرماتے تھے، معاملہ خواہ امن کا ہو یا جنگ کا ان کے مشورہ کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوتا تھا مسلمانوں کو متحد رکھنے، دشمنان اسلام کو متفرق ومنتشر کرنے اور اسی طرح کے بڑے بڑے کارنامے حضرات شیخین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں انجام دیئے عالم اسلام کو متحد رکھنے دشمنان اسلام کے شیرازے کو بکھیرنے اور اسلام کے غلبہ وفتح ونصرت سے متعلق ان کی تدابیر آنحضرت قبول فرما کر عملی جامہ پہنانے کا حکم دیتے تھے، تاریخ اسلام میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے کہ حضرات شیخین نے متفق ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کوئی مشورہ پیش کیا ہو اور آپ نے اسے قبول نہ کیا ہو۔

نیز —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر مجاہد ہونے کے باوجود پہلے دو قسم کے جہادوں میں مصروف رہے اور تیسرے قسم کا جہاد نہ فرمایا —— اس سے معلوم ہوا کہ وہی دو جہاد افضل ہیں ان میں مصروف ہونے والا یقیناً "افضل المجاہدین" کہلائے گا حضرات شیخین ان دونوں جہادوں میں تمام صحابہ سے بڑھ کر مصروف رہے —— لہذا ان کا جہاد افضل ہوا۔ اس طرح جہاد میں بھی حضرات شیخین ہی حضرت علی سے افضل ہوئے نیز تیسرے قسم کے جہاد کے لئے بھی جب کہیں فوج بھیجنے کی ضرورت پیش آئی تو اکثر و بیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی سردار و کمانڈر بنا کر

بھیجا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی تیسرے قسم کے جہاد میں خوب حصہ لیا۔

سب سے زیادہ بہادر ابوبکر تھے (حضرت علی)

امام بزاز رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ کسی نے کہا آپ
آپ نے فرمایا میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑوں سے لڑا ہوں یہ کوئی بہادری نہیں ہے۔ لیکن مجھے بتاؤ سب سے بڑا بہادر کون ہے جو اپنے سے زیادہ قوی سے لڑا اور ہر میدان میں غالب رہا۔ —— لوگوں نے کہا۔ ہم نہیں جانتے —— آپ نے فرمایا ابوبکر صدیق

پھر آپ نے فرمایا کہ ——

"جنگِ بدر کے روز ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سایہ بنا دیا جس کے نیچے آپ جلوہ فرما تھے۔ اور مشرکین و کفار کا زیادہ زور اسی طرف تھا۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کون ٹھہرے تاکہ مشرکین و کفار کو آپ کی طرف نہ بڑھنے دے، تو ہم میں سے ابوبکر صدیق کے سوا کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق تلوار لے کر حضور کے پاس کھڑے ہوگئے۔ جب مشرکین آپ پر لپکتے کہ آپ کو شہید کردیں تو حضرت ابوبکر صدیق ان پر ٹوٹ پڑتے اور مار مار کر بھگا دیتے۔"

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ——

ابتدائے اسلام میں ایک روز قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا۔ اور آپ پر حملہ کر دیا اور آپ سے لڑتے جاتے اور کہتے جاتے تھے کہ ——

"تم ہی ہو جو ہمارے خداؤں کو برا بتا کر ایک خدا کے داعی بن گئے ہو"

ہم سب دیکھ رہے تھے اور ہم میں سے کسی کو قریب جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دفعتاً اڑ کر پہنچ گئے اور اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر قریش پر ٹوٹ پڑے اور مار مار کر انہیں بھگاتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ ——

شہداء اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے بار ہا نہایت بے جگری سے کفار کے ساتھ دست بدست بھی لڑے۔ منہ

تمہیں ہلاکت ہو تم نے تم ایک ایسے شخص کی جان کے درپے ہو گئے ہو جو خدائے
واحد ولاشریک کو اپنا پروردگار مانتا ہے"

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی اور فرمایا کہ
تمہیں خدا کی قسم مجھے بتاؤ کہ قوم فرعون کے مومن جو موسےٰ علیہ السلام پر خفیہ ایمان لائے تھے
بہتر ہیں یا قوم قریش کے ابوبکر صدیق؟

لوگ خاموش رہے پھر خود ہی فرمایا ——

تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے —— قسم بخدا ابوبکر کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قوم
فرعون سے موسےٰ پر ایمان لانے والوں کے ہزار ہزار لمحات سے بہتر ہے، انہوں نے اپنے
ایمان کو چھپایا مگر ابوبکرؓ نے اپنی جان کی پروا کئے بغیر قریش مکہ کے سامنے اپنے ایمان
کا اعلان کر دیا" (تاریخ الخلفاء، صہ ۳۵/۳۶)

علوم عامہ میں شیخین کی افضلیت

علم یقیناً و قطعاً معیار افضلیت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

یعنی فرما دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ یعنی نہیں ہو سکتے

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ علم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل تھے۔ ہم کہتے ہیں یہ بھی
غلط ہے بلکہ حضرات شیخین افضل تھے۔

علم کی زیادتی کی دو صورتیں

علم کی زیادتی کی دو صورتیں ہیں ایک کثرت روایات و فتاوی کی صورت میں، دوسری صورت
یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علمی خدمات سونپی ہوں، مثلاً مقدمات کے فیصلے کرنا
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کی نگرانی کے لئے انہیں کو پسند فرماتے جو اس چیز
کے بارے میں سب سے زیادہ معلومات رکھتے اور سب سے قابل تر ہوتے تھے۔ اور

یہ امر بھی کسی سے مخفی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور جہاد میں امیر کیا ــــــ اور یہ بھی مسلم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کا معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا اور محدثین کرام کے نزدیک زکوٰۃ وصدقات کی اکثر روایات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہیں اور مسائل زکوٰۃ کی وضاحت اور شرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہے۔ اس کے برعکس ــــــ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زکوٰۃ کے بارے میں ایک ہی حدیث مروی ہے اور وہ بھی درجہ صحت کو نہیں پہنچتی اور اس میں درجہ راویہ مولہ ہے اس لئے علماء شریعت نے اسے ناقابل عمل قرار دیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔

ــــــ ان فی خمس وعشرین من الابل خمس شیاہ ــــــ یعنی پچیس اونٹوں میں پانچ بکریاں ہیں ــــــ جب کہ مسئلہ یہ ہے کہ پچیس اونٹوں میں ایک بنت مخاض ہے اور بنت مخاض اونٹ کے اس بچے کو کہتے ہیں جو اپنی عمر کے دوسرے سال میں شروع ہو،

اور ــــــ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما ہر مرحلے پر حضر میں اور سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ کسی بھی مرحلہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ یہ حضرات پیچھے رہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سے جدا رکھا ــــــ جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض مواقع پر اپنے پیچھے چھوڑا مگر شیخین کریمین کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھا۔ یہ الگ بات ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کسی خاص مہم کو سر کرنے کے لئے روانہ فرمایا ــــــ اس سے بھی حضرات شیخین کی علیت واہمیت کے زیادہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم قرآن ــــــ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ــــــ کہ ہر معاملے میں ان سے مشورہ لیا کیجیے انہیں اپنا مشیر وزیر مقرر فرما دیا۔

خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات شیخین سے مشورہ کرتے رہنے کا حکم دیا

چنانچہ آیتِ کریمہ —— وشاورھم فی الامر —— کے بارے میں امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان دونوں سے ہر بات میں مشورہ لیا کریں۔ —— اس کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا —— انّ اللہ أمرنی ان استشیر ابابکر وعمر (صواعق ص۶۶) —— یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا امر فرمایا ہے کہ میں ابوبکر و عمر سے مشورہ لیا کروں اور یہ مسلّم ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبی کریمؐ کو ان ہی سے مشورہ لینے کا حکم فرمائیگا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کمالات علمی و عملی میں جن کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات شیخین کریمین علم میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل تھے۔

علم کے زیادہ ہونے کی پہلی صورت یعنی کثرت روایات وفتاویٰ —— سو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب زمانہ کیوجہ سے آپ سے روایت کی حاجت نہ پڑی —— نیز آپ حج و عمرہ کے سوا مدینہ منورہ سے کہیں باہر تشریف نہ لے گئے کہ لوگ ان سے روایات سنتے اور آگے بیان کرتے۔ بلکہ آنحضرت کے وصال کے بعد ہی اس قدر فتنے کھڑے ہو گئے کہ آپ کو چونکہ لڑائی لڑنا پڑی اور فتوحات کو پھیلانے کا مسئلہ ایک الگ غور طلب تھا۔ اس لئے لوگوں کو آپ سے روایات لینے اور فتاویٰ جات دریافت کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا —— البتہ کہیں سخت ضرورت پڑی تو آپ نے وہاں

اپنے کمالات علمیہ کے ایسے جواہر بکھیرے کہ عقدے حل ہو گئے۔

چنانچہ مانعین زکوٰۃ و مرتدین سے قتال کرنے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پا جانے پھر وفات کے بعد دفن کرنے کی جگہ کے تعین، انتخاب خلیفہ اور مانعین زکوٰۃ و مرتدین کے بارے میں جب صحابہ کی باہمی قیل و قال شروع ہوئی اور سب کے لئے قابل قبول و قابل عمل حل کسی کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا ——— اس وقت آپ نے مداخلت فرمائی اور اپنی عملی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قرآن و سنت کی روشنی میں ایسے ایسے حل پیش کئے کہ جمیع صحابہ کرام کو متفق ہونا پڑا۔

حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فیض پایا

اس کے باوجود کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تھوڑا عرصہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے حضرات شیخین کے سب سے زیادہ علم والے اور فقہ و فتویٰ کے سب سے زیادہ ماہر ہونے کی دلیل میں حضرت عبداللہ بن عمر کا ارشاد بہت بڑی حجت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ———

مَنْ كَانَ يُفْتِي النَّاسَ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ مَا أَعْلَمُ غَيْرَهُمَا (تاریخ الخلفاء ص ۳۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کون کون سے صحابہ لوگوں کو فتوے دیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر اور ان کے علاوہ کسی اور کا مجھے علم نہیں۔

آپ سے ایک سو پینتالیس ۱۴۵ احادیث صحیحہ مروی ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ و عمر فاروق کامل الحیاء والایمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ایسے جلیل القدر صحابہ نے وہ روایات آپ سے لیں اور اس طرح آپ سے مستفیض ہوئے اس کے برعکس حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقریباً تیس سال ایسا طویل عرصہ زندہ رہے ادھر ادھر دور دراز علاقوں میں تشریف

لے گئے اور آپ کے زمانہ میں طرح طرح کی بدعات کا ظہور اور تنازعات و مخاصمات کا عروج رہا۔ اس وقت علوم نبویہ کے اظہار کی ازحد ضرورت تھی اور تیس سال کا اتنا بڑا زمانہ بھی آپ کو میسر آیا لیکن اس کے باوجود آپ کی روایات کی تعداد پانچ سو چھیاسی سے آگے نہیں بڑھی لیکن اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس قدر یعنی تیس سال کا عرصہ میسر آتا تو اس تناسب سے آپ کی روایات کی تعداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات سے تین چار گنا زائد ہوتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کئی گنا زیادہ علم رکھتے تھے ——— یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت تھوڑا عرصہ حیات رہے مگر اس کے باوجود آپ کی روایات پانچ سو چھتیس ہیں اور آپ کے فتاوی ان روایات سے ازحد زیادہ ہیں ——— بلکہ فقہ کے ہر مسئلہ میں آپ نے گفتگو کی اور تحقیق حق فرمائی۔ اسی طرح سلوک و معرفت اور عقائد کے مسائل نیز تفسیر قرآن میں بھی بیان و ارشاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اگر آپ کی روایات و فتاوی و احکام و سلوک و معرفت کے ارشادات جمع کئے جائیں تو کئی ایک ضخیم کتابیں معرض وجود میں آئیں ——— باوجودیکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تقریباً سترہ سال زیادہ عمر پائی ہے۔ اتنے طویل عرصہ کی حیات کے فرق کے باوجود حضرت علیؓ کی روایات حضرت عمرؓ کی روایات سے صرف انتالیس حدیثوں سے بڑھ جاتی ہیں ——— اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر حیات مستعار پاتے تو آپ کی روایات حضرت علیؓ کی روایات سے کئی گنا بڑھ جاتیں ——— اس سے روشن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی علم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل تھے۔

نیز علاوہ ازیں ——— حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متانت تقریر، قوت تفہیم اور حسن تعلیم کا نظر انصاف سے جائزہ لیا جائے تو

بہت فرق نظر آئے گا کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوئی مختلف فیہ و متنازعہ فیہ مسئلہ حل نہ ہوا اور آپ کی تقریرات سے کسی قسم کا نزاع طے نہ ہوا اس کے برعکس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوتِ تفہیم و حسنِ تعلیم نے کسی مسئلہ کو نزاعی رہنے ہی نہ دیا۔

علمِ قرآن میں شیخین کی افضلیت

علمِ قرآن بھی یقیناً و قطعاً معیارِ افضلیت ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ——— وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ

ہم نے آپ پر کتاب اتاری جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے (سورۃ نحل آیت ۸۹) ——

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ علوم قرآن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل تھے۔ لیکن اس دعویٰ کی بنا صرف خوش اعتقادی پر ہے ——— حقیقت یہ ہے کہ علوم قرآن میں حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہی سب سے افضل تھے۔

علومِ قرآن کی دو قسمیں

علوم قرآن کی دو قسمیں ہیں ایک قسم کا تعلق معنے و مطلب اور تفسیر و تشریح کے ساتھ ہے اور دوسری قسم کا تعلق نظم قرآن کو خوبی اور حسن ادائیگی کے ساتھ تلاوت کرنے کے ساتھ ہے اور یہ امر یقینی ہے کہ ان دونوں اقسام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرات شیخین سے بڑھکر نہیں تھے ——— بلکہ حضرات شیخین علوم قرآن کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ اس پر اہل سیر و مورخین تک متفق ہیں۔

عام خیال یہ ہے کہ ——— علوم قرآن میں حضرت ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم برابر تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں حضرت علی سے بڑھکر تھے کہ انہوں نے لوگوں کو مختلف قراءتوں کے اختلاف و نزاع سے بچا کر ایک قراءت پر جمع کیا اور محافظت الفاظ

اور رسم الخط آپ کا بے مثال کارنامہ ہے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کارنامہ کی بنیاد بھی حضرات شیخین کی مساعی جمیلہ ہیں جن سے قرآن کریم سینوں سے صحیفوں میں نقل ہو کر موجودہ ترتیب کیساتھ معرض شہود میں آیا۔

نیز ـــــ اگر اس مسئلہ میں منصفانہ غور کیا جائے تو حضرات شیخین علوم قرآن میں سب سے زیادہ فائق وافضل تھے ـــــ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیق کو اپنے مصلے پر کھڑا کر کے امامت کرنے کا حکم فرمانا اس کا بین ثبوت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہدایت یہ تھی کہ ـــــ فلیومکم اقرئکم بکتاب اللہ واعلمکم بالسنۃ ـــــ کہ تمہارا امام اسے ہونا چاہیئے جو تم سب سے زیادہ قرآن دان اور سنت کا عالم ہو ـــــ پھر آپؐ نے حضرت ابو بکر صدیق کو اپنا مصلے سونپا۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ قرآن وسنت کے سب صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رقت قلبی کی بنا انہیں امام نہ بنانے کا مشورہ عرض کرنا اور ان کے بعد ان کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی پیش کرنا اس بات کی روشن ترین دلیل ہے کہ حضرت ابو بکرؓ پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ قرآنی علوم کے سب سے زیادہ عالم تھے ـــــ لہذا علوم قرآن میں حضرات شیخین ہی سب سے زیادہ افضل تھے۔

حدیث اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا ـــــ کی بحث

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ـــــ انا مدینۃ العلم وعلیٌّ بابُھا ـــــ کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں ـــــ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم

زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچی جیسا کہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ——"ان ذالك الحديث مطعونٌ فيه" (صواعق صہ۳۴) —— کہ یہ حدیث مطعون فیہ یعنی ضعیف ہے اور ہم پہلے عرض کر آئے ہیں کہ حدیث ضعیف افضلیت میں کارآمد نہیں ہوتی اور اگر اس کی صحت یا حسن کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے آگے کے الفاظ بھی قابل غور ہیں —— فابو بكرٍ محرابها —— کہ ابوبکر اس شہر علم کا محراب ہیں —— اور یہ حدیث امام دیلمی کی کتاب —— الفردوس —— میں اس طرح ہے۔

انا مدينة العلم وابوبكر اساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعلیٌّ بابها (صواعق صہ۳۴)	یعنی میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد اور عمر اس کی چار دیواری اور عثمان اس کی چھت اور علی اس کے دروازے ہیں۔

اس حدیث سے سب سے پہلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہوئی کہ بنیاد ہی سب کچھ ہوتی ہے دروازہ کا نمبر تو بعد میں آتا ہے۔ پہلے بنیاد پھر چار دیواری پھر چھت پھر دروازہ ہوگا۔ ورنہ بنیاد چار دیواری اور چھت کے بغیر دروازہ بیکار ہو کر رہ جاتا ہے —— اس حدیث سے افضلیت حسب ترتیب خلافت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اہلسنت ہی کے عقائد کی مؤید ہے۔

تقویٰ و اتباع شریعت میں شیخین کی افضلیت

تقویٰ و اتباع بھی یقیناً و قطعاً معیار افضلیت ہیں قرآن مجید میں ہے

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

بے شک اللہ کے ہاں بڑے رتبے والا وہی ہے جو تم سب میں بڑا پرہیزگار ہوگا

تقویٰ واتباعِ شریعت واطاعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی حضرات شیخین ہی سب سے پیش پیش رہے ـــــــ اس حقیقت سے کسی کو مجال انکار نہیں ہوگی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی بھی موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجاآوری سے انکار تو بڑی بات ہے تغافل وتساہل تک نہیں فرمایا اور کبھی ایسی بات کا ارادہ تک نہیں کیا اور سوچا تک نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجب ایذا و رنج ہوسکتی تھی ـــــــ چنانچہ صلح حدیبیہ اور اسیران بدر سے فدیہ لینے کے موقعہ پر اور اسی طرح کے ہر نازک محل پر جس امر کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع کریم کا میلان محسوس فرمایا اسی امر کا مشورہ دیا۔

اس کے برعکس ـــــــ مولائے ما حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت بی بی فاطمہ طیبہ طاہرہ کی موجودگی میں ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنیکا ارادہ فرمایا اور پیغام نکاح بھیجا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا آپ ممبر پہ جلوہ گر ہوئے اور بحالت ناراضگی ارشاد فرمایا کہ ـــــــ

"علی ابن ابی طالب کو ہرگز لائق نہیں اور نہ اجازت ہے کہ وہ نبی اللہ کی صاحب زادی کے گھر میں ہوتے ہوئے عدو اللہ یعنی دشمن خدا کی بیٹی کو گھر میں بیاہ لائے"

نیز ـــــــ مولائے ما حضرت علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ نماز تہجد کے بارے میں بھی موردِ عتاب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں روگردانی نہیں فرمائی اور نہ کبھی ایسی بات کا سوچا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ـــــــ البتہ کئی ایک مواقع پر بعض امور میں آپ کے مشورے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میلان طبع مبارک کے خلاف واقع ہوتے تو ان مشوروں میں کسی طرح کی ذاتی

غرض یا خواہش نفس کو کوئی دخل نہ تھا محض للہیت اور فرط جذبۂ اسلامی و فرط غیرت ایمانی کے تقاضے تھے اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ان جذبات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور اس پر آپ کی تعریف و توصیف فرمائی اور آپ کو حضرت نوح علیہ السلام کے جذبات کا مظہر قرار دیا ——— اور آخر کار وحی الٰہی بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشوروں کی تائید میں نازل ہوئی' اسکو کوئی عقلمند خلاف شرع یا خلاف تقویٰ تصور نہ کریگا بلکہ آپ کے خلوص جذبات وحب فی اللہ و بغض فی اللہ اور اشداء علی الکفار کی عملی تفسیر سے تعبیر کرے گا۔ اس سے آپ کی شان افضلیت میں کمی نہیں زیادتی ثابت ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ——— علماء کرام نے ایسے مواقع پر آپ کے مشوروں کی تائید وحمایت میں نازل ہونے والی آیات کو ——— موافقات عمر ——— کے عنوان سے آپ کے فضائل و مناقب میں شمار کیا ہے۔

زہد و ترک دُنیا میں شیخینؓ کی افضلیت

زہد و ترک دنیا اور توجہ الی اللہ

بھی معیار افضلیت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے ———

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ؁ سورت یونس آیت ۵۸	اے نبی محترم فرما دیجئے کہ وہ خدا کے فضل و رحمت کی خوشیاں منائیں یہ (خدا کا فضل و رحمت) ان کے اس مال و دولت سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں،

شیعہ صاحبان یا تفضیلی حضرات کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب سے بڑھ کر زاہد اور تارک الدنیا تھے، لیکن ہماری گزارش یہ ہے کہ حضرات شیخین کریمین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سب سے بڑھکر زاہد اور تارک الدنیا تھے۔

آئیے! ـــــ ذرا اس حقیقت کا صحیح جائزہ لیجئے۔

زہد کی تعریف

اس حقیقت کا جائزہ لینے سے پیشتر لفظ زہد کا مفہوم ذہن نشین کرنا بھی ضروری ہے تاکہ صحیح صورت حال کو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو زہد "دنیا کے سازو سامان، اولاد، ازدواج، خدام اور جاہ و حشمت سے قطع نظر کر کے آخرت کی فکر کرنے" کا نام ہے ـــــ اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرات شیخین کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو وہ زہد و ترکِ دنیا اور فکرِ آخرت میں بھی سب سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زہد

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے اس وقت آپکے پاس بہت سا مال تھا جسے آپنے اللہ تعالےٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی در رضا میں صرف کر دیا کئی ایک مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا واقعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسس پہ شاہد ہے ـــــ یہاں تک کہ اپنا سب مال و متاع اور گھر کا اثاثہ تک اسلام پہ لٹا دیا اور گھر میں اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب آپ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین منتخب ہونے اس وقت آپ بہت کچھ کر سکتے تھے۔ معاشی حالات بہتر بنانے کے لئے آپ کو سنہری مواقع میسر تھے ـــــ فتوحات میں حاصل ہونے والی غنیمتیں، زمینیں سونے اور چاندی کے ڈھیروں کے ڈھیر، غلام اور لونڈیاں. بیت المال کے خزانے وغیرہ۔ غرضیکہ وہ کیا کچھ تھا جو آپ کے قبضۂ و تصرف میں نہ تھا۔ سب کچھ پر قبضہ تھا سیاہ سفید کے مالک تھے ـــــ اس حال میں اپنے اور اپنی اولاد و اہل و عیال کے لئے بہت کچھ کر سکتے تھے اور نہیں تو اچھی خاصی تنخواہ لے سکتے تھے مگر اس کے باوجود آپ نے

نہ اپنے لیے کچھ کیا نہ اہل وعیال کے لیے اور نہ خویش واقربا کو کوئی منفعت پہنچائی۔ تنخواہ یا وظیفہ بھی اتنا لیا کہ جس سے قناعت کے ساتھ وقت پاس ہوتا تھا۔

تاریخ اسلام اس پر گواہ ہے کہ آپ نے قناعت وکفایت پر مبنی روزمرہ کی ضرورت سے زیادہ کچھ لینا منظور نہ کیا اور اتنا لینا بھی گوارہ نہ فرمایا جو آپ کے اہل وعیال کی آئندہ ضرورت کے لئے پس انداز ہوتا رہتا اور آپ کے بعد ان کے کام آتا ——— جب آپ کا وصال ہوا تو اپنے پیچھے ایک آدھ کھجور کے سوا کوئی جائیداد نہ چھوڑی۔ نہ کھیتی نہ زمین اور نہ درہم دینار وغیرہ ——— البتہ ایک حبشی غلام ایک نحیف وکمزور سا اونٹ اور اوڑھنے کی ایک چادر یہ بھی ورثہ میں نہیں چھوڑا بلکہ حضرت عمرؓ کے پاس بھجوادیا اور فرمایا:

"تم بیت المال سے سواری اور خادم نہ لینا بلکہ یہی قبول کر لو اور اسی پر گزارا کرنا ———"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے قبول کر کے فرمایا ———

——— رحمك الله يا ابا بكر ولقد اتعبت من جاء بعدك ——— اے ابو بکرؓ اللہ تم پر رحمت کرے تم نے ریاضت وقناعت کر کے اس شخص کے لئے مشققت پیدا کر دی جو تیرے بعد خلیفہ ہوا"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب آپ سے سوال کیا گیا تھا کہ اگر آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ بنایا جائے تو کیا آپ کتاب وسنت اور سیرت شیخین پر عمل کریں گے؟ آپ نے فرمایا تھا کہ میں کتاب وسنت پر عمل کروں گا۔ شیخین کی سیرت پر عمل کرنے پر آمادگی کا اظہار نہ فرمایا کہ اپنے آپ کو ان کی سی ریاضت ومشقت اور ان کے سے زہد وقناعت کا متحمل محسوس نہ فرماتے تھے۔

اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کو دھلے ہوئے پرانے کپڑوں کا کفن دیا جائے ——— کیا تاریخ عالم کی سربراہ مملکت کے زہد

تو دنیا کی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے ؟ ہرگز نہیں ــــــ

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زہد

اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حال بھی اسی طرح ہے

آپ بھی بیت المال سے بہت کم وظیفہ لیتے تھے آپ کی اہلیہ اس قلیل وظیفہ سے قدرے قدرے پس انداز کرتی رہیں اور جب عید کا موقع آیا تو اچھا سا کھانا پکایا ــــــ آپ نے دیکھا کہ قناعت و کفایت پر مبنی روزمرہ کی ضرورت کیلئے بیت المال سے جو وظیفہ ملتا ہے اس سے تو ایسا کھانا تیار نہیں ہو سکتا آپ نے اپنی اہلیہ سے دریافت فرمایا کہ زائد رقم کہاں سے آئی تھی ؟ انہوں نے واقعہ بتایا آپ نے یہ کہکر کہ پھر تو اس قدر رقم کے بغیر ہمارا گزارا چل سکتا ہے اتنا سی رقم اپنے وظیفہ میں کم کر دی ۔ وصال سے قبل آپ کی بھی یہی وصیت تھی کہ پرانے دھلے ہوئے کپڑوں میں آپ کو کفن دیا جائے ۔

(ملاحظہ ہو بشریٰ الکئیب بلقاء الحبیب للامام السیوطی)

ان دونوں بزرگوں نے اپنے دلوں کو محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا معمور کیا ہوا تھا کہ ان کی نظروں میں جہان و دولت کی کوئی وقعت نہ تھی ع

کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

حضرات شیخین سربراہ مملکت اسلامیہ تھے مگر نہ اپنے لئے کچھ جمع کیا نہ اہل و عیال کے لئے نہ خویش و اقربا کو فائدہ اٹھانے دیا ۔ یہی حقیقی زہد و ترک دنیا ہے ۔

اس کے برعکس ــــــ

مولائے ما حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم زہد و ترک دنیا میں شیخین سے بڑھ کر تو کیا ان کے برابر بھی نہیں تھے ــــ آپ نے بہت سا ساز و سامان جمع کیا ۔ زمینیں خریدیں کھیت اور باغات حاصل کئے ، وصال کے بعد چار بیویاں تیس لڑکے لڑکیاں اور انیس لونڈیاں اور بہت سے غلام چھوڑے ــــــ پھر اپنی اولاد کے لئے بہت سا اثاثہ اور ساز و

سامان جمع فرمایا اور انہیں اسقدر زمینیں دیں کہ وہ صاحب نصاب اور غنی کہلانے تھے اور ان پر زکواۃ عائد ہوتی تھی ——— آپ کی متروکہ زمینوں جو بعد میں آپ کی اولاد کے نام منتقل ہوئیں کی پیداوار کا تو حساب ہی کیا صرف باغ متروکہ کا جو پھل آتا تھا وہ تیس ہزار من ہوتا تھا۔
ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ———

زہد حقیقی اس بات کا نام ہے کہ نہ تو خود دنیا کی لذتوں سے لطف اندوز ہو اور نہ ہی اپنے اہل و عیال اور اقارب و اولاد کو دنیا کی نفع رسانی کرے ——— حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا اس کی رو سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و ترک دنیا اور باقی سیرت طیبہ میں مظہر اتم تھے۔ یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پہ اس قدر احتیاط سے چلے کہ سر مو بھی منحرف نہ ہوئے نہ خود دنیا سے لطف اندوز ہوئے اور نہ اولاد و اقارب کو ہونے دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتہائی اقارب سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھتیجے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر حضرت کے صاحب زادے اور حضرت عائشہ صاحب زادی تھیں کسی کو نہ کوئی عہدہ دیا نہ کسی جگہ کا عامل بنایا اور نہ کسی کو مالی منفعت پہنچائی

اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال ہے ——— لذت دنیا سے خود بھی دور رہے اور اولاد و اقارب کو بھی دور رکھا۔ ایک مرتبہ نعمان بن عدی کو جو آپ کے اقارب سے تھے میسان کا عامل مقرر فرمایا پھر اس احساس کے تحت کہ یہ تو اقارب سے ہیں معزول فرما کر کسی اور کو ان کی جگہ مقرر فرما دیا تھا حالانکہ آپ کی اولاد و اقارب سے سعد بن زید، ابوجہم بن حذیفہ اور خارجہ بن خذافہ، عمر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عمر ایسے باصلاحیت و اہل علم حضرات موجود تھے کسی کو کوئی عہدہ نہ دیا ——— وصال سے پیشتر کچھ بزرگوں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنے صاحب زادے عبد اللہ بن عمر کو اپنا جانشین فرما دیں مگر آپ نے یہ عذر کر کے کہ
"میرا لڑکا عبد اللہ اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتا اور ایک مملکت کے

سربراہ کے لئے نہایت بردبار اور متحمل انسان کی ضرورت ہوتی ہے" ——— ان کے مشورہ کو قبول نہ فرمایا۔

ایک تقابلی جائزہ

لیکن اس کے برعکس مولائے ما حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خاندان اور اقارب سے حضرت عبداللہ بن عباس کو یمن کا، قثیم بن عباس کو مکہ معظمہ کا اور سعد بن عباس کو مدینہ منورہ کا اور اپنے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ کو کوفہ کا اور اپنے پروردہ محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کردار پر ——— معاذاللہ ——— تنقید نہیں ہے انہوں نے جو کچھ کیا اور جو کچھ فرمایا ہماری چشم عقیدت میں وہ درست ہی تھا لیکن بات ہو رہی ہے زہد اور ترک دنیا کی ——— حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے عزیز و اقارب بھی ان مناصب جلیلہ کے یقیناً لائق و مستحق تھے مگر ان کی شان زہد نے انہیں اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ خود کو یا اپنے عزیز و اقارب کو دنیا کے عیش و عشرت سے ہم کنار کرتے ——— لہٰذا یقیناً و قطعاً حضرات شیخین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زہد میں بھی افضل و برتر تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کھانے پینے اور پہننے میں تو زہد ہی کو اختیار فرما رکھا تھا کہ خشک خوری اور خشن پوشی آپ کی صفت تھی ——— مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا زہد یہیں تک محدود رہا۔

——— لیکن حضرات شیخین تمام امور میں زاہد بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ——— افضل الزاہدین واقع ہوئے ہیں۔

صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ میں شیخین کی افضلیت

صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں خرچ کرنا) بھی یقیناً و قطعاً معیار افضلیت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

(حدید، آیت ۱۰)

تم میں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا (اور وہ جنہوں نے بعد میں خرچ اور جہاد کیا) برابر نہیں وہ (فتح مکہ سے قبل خرچ و جہاد کرنے والے) مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ کر لیا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے ہم سر نہیں ہو سکتے بلکہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں دعویٰ کیا جائے کہ صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ میں وہ سب سے سبقت لے گئے تو بجا ہوگا۔ مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع اور بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرنا اور جیش عسرت کی تجہیز فرمانا الغرض جہاد بالمال میں انتہا کو پہنچے ـــــــ لیکن حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما جہاد و علم و زہد میں ان سے افضل تھے۔

غرضیکہ ـــــــ صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ میں بھی حضرات شیخین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل و اسبق ہیں۔ اس سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے جسے امام ترمذی نے اپنی جامع صحیح میں حضرت علی کرم اللہ

وجہہ سے روایت کی ہے ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ———

رحم اللہ ابابکرٍ زوجنی ابنتہٗ وحملنی الی دار الہجرۃ واعتق بلالاً من مالہ وما نفعنی مالٌ فی الاسلام ما نفعنی مالُ ابی بکرٍ الخ (ترمذی)

یعنی اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحمت فرمائے انہوں نے اپنی صاحب زادی کی مجھ سے شادی کی اور مجھے دار ہجرت تک سوار کر کے لاتے ——— اور اپنے مال سے بلالؓ کو آزاد کیا اور مجھے اسلام میں کسی مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا جس قدر کہ ابوبکر کے مال نے فائدہ دیا۔

امام ابویعلیٰ اپنی مسند میں حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ———

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقضی فی مال ابی بکرٍ کما یقضی فی مال نفسہٖ الخ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق کے مال کو اپنے مال کی طرح بے دریغ خرچ کرتے تھے۔

(تاریخ الخلفاء ص۳۶/۳۷)

خلافت و حسن سیاست میں شیخینؓ کی افضلیت

خلافت و حسن سیاست اور مملکت اسلامیہ

پر واقع ہونیوالی مشکلات پر قابو پانا، مملکت اسلامیہ کی فلاح و بہبود اور توسیع و تدبیر کرنا بھی معیارِ افضلیت ہے۔ قرآن کریم میں ہے

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

یعنی اللہ نے تم میں سے ان سے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کئے اس بات کا وعدہ

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ الخ

(نور آیت ۵۵)

کر لیا ہے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسا کہ پہلوں کو دی اور ان کے اس دین کو خوب جما دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن و سکون سے بدل دیگا میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں!

بلکہ یہ درحقیقت اسلام میں جمیع اعمال حسنہ پر حاوی ہے اس میں بھی حضرات شیخین کی افضلیت ایک حقیقت مسلمہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فتنہ مرتدین واقع ہوا، اس واقعہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی ثابت قدم واقع نہ ہوا۔ ان کے دلائل سے سب سے پیشتر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شرح صدر ہوا۔۔۔۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حسن سیاست اور خوبی تدبیر سے اس فتنہ کا قلع قمع ہوا طلیحہ اسدی، اسود عنسی، مالک بن نویرہ اور مسیلمہ کذاب ایسے جھوٹے مدعیان نبوت سے معرکے ہوئے اور ان کا قلع قمع ہوا۔ بحرین فتح ہوا۔ عراق و شام کی فتوحات کی ابتدا ہو چلی تھی جو مکمل طور پر زمانۂ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں فتح ہو گئے ـــــ ان حضرات کے زمانۂ مبارک میں جو فتوحات ہوئیں ان سے اسلام کو بے پناہ قوت نصیب ہوئی اور وہ اسلام کے استحکام عظیم کے لئے بنیاد قرار پائیں۔

لیکن اس کے برعکس ـــــ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں ایک بستی بھی فتح نہیں ہوئی اور باہمی خانہ جنگی کے سوا کوئی نمایاں کام نہ ہوا، یہاں تک نمازیں، تلاوتیں اور عبادات تک طاق نسیان میں رکھ دی گئیں اکابرین اسلام میں طعن و تشنیع اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے کے سوا کوئی شغل باقی نہیں رہ گیا تھا ـــــ بلکہ ان کے زمانے کے اٹھے ہوئے

جتنے آجتک فرد نہیں ہوئے اور نہ تاقیامت فرد ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی جگہ بزرگ ہستی اور لاکھوں احترام کے لائق ہونے کے باوجود حضرات شیخین بلکہ کہنا چاہیئے حضرات ثلاثہ سیدنا ابوبکر رض عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے ہرگز افضل نہیں ہو سکتے بلکہ مذکورہ حقائق کی رو سے جمیع اہلسنت کو اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات شیخین کریمین یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور جمہور اہلسنت کے نزدیک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل اور عنداللہ بزرگ تر ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حسب ترتیب خلافت افضلیت کے بارے میں بہت سی احادیث بیان کی جا سکتی ہیں مگر ہم بخوفِ طوالت انہیں پر اکتفا کرنے کے بعد کتب عقائدِ اہلسنت سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

حسب ترتیب خلافت حضرت

ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت

کتب محققین اہلسنت کی روشنی میں!

جیسا کہ گذشتہ تحقیق سے واضح ہے کہ شیخین کریمین سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہ علی الترتیب تمام امت محمدیہ سے افضل و اعلیٰ ہیں پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر حضرت مولائے مومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے زمانہ خلافت اور بعد والوں سے افضل ہیں شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت علی الترتیب پر تو تمام اہلسنت وجماعت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ مگر حضرت غنی رضی اللہ عنہ کے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے پر بھی جمہور اہلسنت وجماعت کا اجماع واتفاق ہے۔ اس سلسلہ میں اہلسنت وجماعت کے محققین و مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کی عبارات شریفہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابوحنیفہ رح کا مسلک

سراج امت مجتہد دین و ملت سیدنا و مولانا امام الائمہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وافضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عثمانُ بن عفان	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر پھر عثمان بن عفان پھر علی بن ابی

ثُمَّ عَلِیُّ بنِ اَبِی طَالِب رضی اللہ عنہم | طالب رضی اللہ عنہم اجمعین (
اجمعین (فقہ اکبر مع شرح علی قاری مصری صہ ۶۱، ۶۲، ۶۳)

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ

حضرت مولانا علامہ علی قاریؒ کی بہترین تشریح

ارشاد کی تشریح میں حضرت علامہ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ــــــ

فَهُوَ اَفْضَلُ الْاَولِيَاءِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَحُكِيَ الْاِجْمَاعُ عَلٰى ذٰلِكَ (شرح فقہ اکبر صہ ۶۱)

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام اولین و آخرین صحابہ و اولیاء سے افضل ہیں۔ اس پر اجماع منقول ہے۔

پھر فرماتے ہیں (بخوف طوالت ان کی عربی عبارت کا صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے):

" اس مسئلہ میں رافضیوں کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہے (الی ان قال) اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اہلسنت وجماعت نے اجماع واتفاق کیا ہے۔ مقام تحقیق میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیماری کے دوران انہیں امامت کے لئے مقرر فرمانا ہے یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کے وقت صحابہ کرام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو ہمارے دین یعنی نمازوں کی امامت کے لئے پسند کر کے مقرر فرمایا تو ہم آپ کو دنیا یعنی عہدۂ خلافت کے لئے کیونکر پسند نہ کریں (الی ان قال) اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا علی الترتیب کل امت سے افضل ہونا جمیع اہلسنت میں متفق علیہ ہے اور حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان افضلیت کا مسئلہ بھی اسی ترتیب سے ہے۔ بعض اہل کوفہ و بصرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے

افضل کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفضیل مروی ہے اور صحیح وہی ہے جو جمہور اہلسنت کا مسلک ہے۔ کہ حضرت عثمان حضرت علی سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ظاہری روایت بھی یہی ہے۔ اس بنا پر کہ فقہ اکبر میں آپ نے افضلیت کی ترتیب کے مطابق ارشاد فرمائی ہے" (شرح فقہ اکبر ص ۶۳/۶۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل کہنا اہلسنت اور جمیع سلف کے خلاف ہے

بعد ازاں حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ـــــ

وَلَا يَخْفٰى اَنَّ تَقْدِيْمَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الشَّيْخَيْنِ مُخَالِفٌ لِمَذْهَبِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلٰى مَا عَلَيْهِ جَمِيْعُ السَّلَفِ (شرح فقہ اکبر ص۶۴)	اور مخفی نہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دینا اہلسنت وجماعت کے مذہب کے خلاف ہے اس مسلک کی بنا پر کہ جس پر گزشتہ جمیع آبائے اہلسنت ہیں۔

اس کے بعد مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ـــــ

حضرت ابوبکر صدیق کا سب سے افضل ہونا قطعی ہے

وَالَّذِىْ اَعْتَقِدُهٗ وَفِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَعْتَمِدُهٗ اِنَّ تَفْضِيْلَ اَبِىْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَطْعِيٌّ (شرح فقہ اکبر ص۶۴)	اور جس کا میں اعتقاد رکھتا ہوں اور جس پر اللہ کے دین میں، میں اعتماد کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام امت سے افضل ہونا قطعی ہے

پھر موصوف اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ـــــ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کل امت سے افضل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے قائم مقام امام مقرر فرمایا۔ یہ معلوم

ہونے کے باوجود کہ جس کی امامت اولی ہو۔ وہی افضل و اعلیٰ ہوگا۔ حالانکہ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ بھی مدینہ میں حاضر تھے اسی طرح دوسرے اکابر صحابہ بھی موجود تھے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی اپنی

جگہ امامت کے لئے مقرر فرمایا۔ اس لئے کہ آپ جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ ہی اس وقت تمام انسانوں میں افضل و اعلیٰ مقام و منزلت

والے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلے سے

پیچھے ہٹے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لگے پڑھنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہ فرما کر ——— اَبَی اللّٰہُ وَالمُومِنُونَ اِلَّا اَبَا بَکر ———

اللہ اور ایمان والوں کو ابوبکر کے سوا کسی کو میری جگہ کھڑا کرنا منظور نہیں انہیں

روک دیا۔

اسی طرح امام مطلق امام کمال الدین بن ہمام رضی اللہ عنہ اپنی مشہور کتاب المسامرہ شرح

مسایرہ ج ۲ صہ ۱۴۲ میں اور امام سراج الملۃ والدین علی بن عثمان اوشی رضی اللہ عنہ بدر الامالی

پھر حضرت مولانا محدث علی قاری اس کی شرح ضوء المعالی پھر بعض المحققین اس کی شرح

تحفۃ الاعالی صہ ۴۵ اور علامہ تفتازانی شرح عقائد صہ ۱۴۰/۱۴۱ طبع مصر میں فرماتے ہیں

ارشاد غوث اعظم

محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا و مولانا الشیخ

السید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی مشہور تصنیف

لطیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں

وافضل الاربعۃ ابوبکر ثُمَّ عُمرُ ثُمَّ عثمانُ ثُمَّ علیٌّ رضی	یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار خلفاء میں سے سب سے افضل و اعلیٰ سیدنا

اللہ عنہم

(ص ۵، طبع مصر)

ابوبکر صدیق ہیں، پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولا علی رضی اللہ عنہم

سادات حضرات بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مطابق عقیدہ رکھیں، یہی حق و صواب ہے۔ اس کے خلاف باطل و عذاب، جو سید تفضیل شیخین میں یہ عقیدہ نہ رکھے وہ گمراہ اور بد مذہب ہے۔

ارشاد امام غزالی

امام محمد بن محمد غزالی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَنَّ الاِمَامَ الْحَقَّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عثمان ثُمَّ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہم

کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امام برحق حضرت ابوبکر ہیں پھر عمر، پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۰۲)

پھر فرماتے ہیں:۔

اَنَّ فَضْلَ الصَّحَابَۃِ رضی اللہ عنہم عَلٰی حَسْبِ تَرْتِیْبِہِمْ فِی الْخِلَافَۃِ

کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۰۳)

ارشاد امام ابو اللیث سمرقندی

امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اجمعوا اَنَّ خَیْرَ ہٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّہَا اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ رضی اللہ عنہما

کہ تمام اہلسنت وجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق

(بستان العارفین مصری ص ۱۸۹)

تفضیلی امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے

فقہائے کرام جہاں فرماتے ہیں کہ فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ ہے اس میں فسق اعتقادی کو بھی اولین اہمیت دیتے ہیں چنانچہ ان مبتدعین میں جن کے پیچھے نماز مکروہ ہے تفضیلیوں کو بھی شمار کیا جاتا ہے ـــــ فتح القدیر میں امام ابن الہمام رضی اللہ عنہ ـــــ فرماتے ہیں ـــــ

اِنَّ مَنْ فَضَّلَ عَلِیًّا عَلَی الثَّلَاثَۃِ فَمُبْتَدِعٌ۔ (فتح القدیر ج ۱ صفحہ ۳۵ مصر)	کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفاء ثلاثہ سے افضل سمجھے تو وہ بدعتی ہے (اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے)

محی الدین ابن العربی

سید المکاشفین امام العارفین شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مسئلہ تفضیل میں دنیائے صوفیت کی ترجمانی کیلئے کافی ہے آپ فتوحات مکیہ شریف کے باب الثالث والتسعین میں ارشاد فرماتے ہیں جسے ترجمان شیخ اکبر سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں نقل کرتے ہیں ـــــ

اعلم انہ لیس فی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من ھو افضل من ابی بکر غیر عیسیٰ علیہ السلام (ج ۲ ص ۴۳)	معلوم ہو کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔

سیدی مجدد رضی اللہ عنہ

سیدی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں ـــــ

وخلیفۂ مطلق بعد خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق است رضی اللہ عنہ بعد ازاں حضرت عمر فاروق است رضی اللہ عنہ بعد ازاں عثمان ذوالنورین است رضی اللہ عنہ بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب است رضوان اللہ علیہ افضلیت ایشاں بترتیب خلافت است (ج ۲ ص ۱۳)	اور خلیفہ مطلق بعد از خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق ہیں رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق ہیں رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین ہیں رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہ انکی افضلیت ترتیب خلافت کے مطابق ہے

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ اور آئمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم
کی زبانِ درفشاں سے

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت کا بیان

اللہ تعالٰی کی بیشمار رحمتیں ہوں امیر المومنین، اسد اللہ الغالب، حیدر کرار، حق گو وحق پرور
سرکار سیدنا و مولانا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ پر کہ آپ نے اپنی خلافت کے
زمانہ میں برسرِ منبر مساجد و محافل اور خلوت و جلوت میں مسئلہ تفضیل کو نہایت تفصیل سے
واضح فرمایا اور حضرات شیخین کریمین وزیرین مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ
عنہما کا اپنی ذات پاک اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الثناء والتحیہ سے افضل و بہتر ہونا ایسا محکم
مفسر، واشگاف، بے احتمال دگر اور ایسا روشن طور پر بیان فرمایا —— جس میں کسی طرح کا شا
شک و تردد نہ رہا. مخالف مسئلہ کو مفتری بنایا اور اسی کوڑے کا مستحق ٹھہرایا۔

آپ کے ان ارشادات عالیہ کو اسّی سے زیادہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے
روایت کیا —— امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں ——

قال الذہبیؒ وقد تواتر ذالک
فی خلافتہ وکرسی مملکتہ و
بین الجم الغفیر من شیعتہ ثم
بسط الاسانید الصحیحۃ فی ذلک
قال ویقال رواہ عن علی نیف
وثمانون نفسا وعدّد منہم
جماعۃ ثم قال فقبح اللہ الرافضۃ

امام ذہبی نے فرمایا کہ تواتر سے ثابت
ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے یہ بات اپنے
زمانۂ خلافت و دورِ حکومت میں اپنی جماعت
کے ایک بہت بڑے گروہ میں فرمائی اس کے
بعد امام ذہبی نے اس بارے میں صحیح سندیں
تفصیل سے بیان کیں اور فرمایا کہ محدثین کے
نزدیک اس کی روایت کرنے والے اسّی

اجمعہم
(الصواعق المحرقہ ص۴)

سے زائد راوی ہیں اور انہوں نے ان میں سے
ایک جماعت کو گن کر بھی بتایا ہے پھر فرمایا کہ
خدا رافضیوں کو ذلیل کرے کس قدر جاہل ہیں

عبدالرزاق صاحب مصنف شیعہ ہونیکے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ کو سب سے افضل مانتا تھا

یہاں تک کہ محدث عبدالرزاق
صاحب مصنف جیسے بعض
منصفان شیعہ نے شیعہ ہونے
کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو سب صحابہ و اہلبیت سے افضل مانا اور کہا کہ
جب حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ انہیں خود اپنی ذات کریم سے افضل قرار دیتے تھے تو مجھے اس عقیدے
سے جانے گریز اور انکار کیونکر ہوسکتا ہے کیا مجھے یہ گناہ تھوڑا ہے کہ علی سے محبت کروں اور اس
کی مخالفت کروں۔ چنانچہ صواعق امام ابن حجر مکی میں ہے۔

وما احسن ماسلکہ بعض الشیعۃ
المنصفین کعبد الرزاق فانہ قال
أفضل الشیخین بتفضیل علی
ایاھما علی نفسہ والا لما
فضلتھما کفی بی وزرًا ان أحبہ
ثم اخالفہ"
(الصواعق المحرقہ ص۶۲)
تہذیب التہذیب
۴۵ ص ۳۱۳

عبدالرزاق (مشہور محدث) جیسے بعض
منصف شیعہ نے کیا ہی عمدہ طریقہ اختیار کیا
ہے انہوں نے کہا کہ میں شیخین کریمین (حضرت
ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کو حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے اس لئے افضل سمجھتا ہوں
کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے
آپ سے افضل قرار دیا ورنہ میں انہیں افضل
نہ مانتا۔ میرے لئے یہ گناہ کچھ کم نہیں کہ میں
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کروں اور
پھر ان کی مخالفت کروں۔

حدیث اوّل ۱۲

امام بخاری اپنی صحیح میں سیدنا و ابن سیدنا امام محمد بن حنفیہ صاحبزادۂ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں۔

قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ عُمَرُ الخ

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۸ مجتبائی)

یعنی میں نے اپنے والد ماجد کرم اللہ وجہہ سے عرض کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ فرمایا ابوبکر میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا، عمر (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضرت محمدؓ بن حنفیہ کا مختصر تعارف

امام محمد بن حنفیہ سرکار مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے شاہزادے ہیں اور حنفیہ آپ کی والدہ ماجدہ ہیں ان کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس الحنفیہ ہے جو قبیلہ بنی حنیفہ سے تھیں ——— حضرت امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ صاحب کرامات اور مستجاب الدعوات تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت امام زید بن العابدین سے ارشاد فرمایا کہ خدا کی پناہ تمہیں عراق میں پھانسی دی جائیگی ——— جیسا انہوں نے فرمایا ویسا ہی ہوا ——— آپ جنگ جمل میں اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ تھے اور علم آپ کے ہی ہاتھ میں تھا۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ۸۱ھ کو ہوا۔

(نور الابصار ص ۲۰۱، مطبوعہ مصر)

حدیث دوم ۱۳

امام بخاری اپنی صحیح اور امام ابن ماجہ اپنی سنن میں عبداللہ بن سلمہ کے طریق سے امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ———

سمعت علیا یقول خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

ابوبکر خیر الناس بعد ابی بکر عمر (ابن ماجہ ج ۱ ص۱۱)

سب لوگوں سے افضل ابوبکر ہیں اور ابوبکر کے بعد سب لوگوں سے افضل عمر ہیں۔

اس حدیث سے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل واعلیٰ ہونا معلوم ہوا وہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ کا سب سے بلند وبالا ہونا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد متعین ہوتا ہے۔ نیز یہ حدیث حضرت عمر فاروق کی شان میں وارد ہونے والی بخاری کی حدیث قیس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے استثنار کی دلیل بھی قرار پاتی ہے۔

حدیث سوم ۱۴

امام ابن القاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل بلخی، کتاب السنۃ میں راوی ہیں۔

اخبرنا ابوبکر بن مردویہ ثنا سلیمٰن بن احمد ثنا الحسن بن المنصور الرمانی ثنا داود بن معاذ ثنا ابو سلمۃ العتکی عبد اللہ بن عبد الرحمٰن عن سعید بن ابی عروبۃ عن منصور بن المعتمر عن ابراھیم عن علقمۃ قال بلغ علیًا ان اقوامًا یفضلونہ علی ابی بکر وعمر فصعد علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال یا ایھا الناس انہ بلغنی ان اقوامًا یفضلوننی علی ابی

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انہیں حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتاتے ہیں۔ یہ سن کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ حمد وثنائے الٰہی بجا لائے پھر فرمایا کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر وعمر سے افضل کہتے ہیں، اس بارے میں اگر میں نے پہلے سے حکم سنا دیا ہوتا تو بے شک سزا دیتا آج سے جسے ایسا کہتے سنوں گا، وہ مفتری اور بہتان تراش ہے۔ اس پر بہتان تراش کی حد یعنی اسی کوڑے لازم ہیں۔ پھر فرمایا بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

بکرٍ و عمر ولو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا فھو مفترٍ علیہ حدّ المفتری ثم قال اِنّ خیر ھٰذہٖ الاُمّۃ بعد نبیّھا ابوبکرٍ ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخیر بعدُ قال وفی المجلس الحسنُ بنُ علی فقال واللہ لو سمّٰی الثالث لسمّٰی عثمان۔

(غایۃ التحقیق صہ ۱۶/۱۷۔ مصنفہ مجدد اعظم اعلیٰحضرت بریلوی رضی اللہ عنہ و صواعق محرقہ صہ)

ساری امت سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔ پھر خدا تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ ان کے بعد کون سب سے بہتر ہے۔ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ مجلس میں سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا، خدا کی قسم، اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی تیسرے کا نام لیتے تو حضرت عثمان کا نام لیتے۔

رضی اللہ عنہم اجمعین

۱۵ حدیث چہارم

امام دارقطنی سنن میں اور ابوعمرو بن عبدالبر استیعاب میں حضرت حکم بن حجل سے راوی ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

لَا اَجِدُ اَحَدًا فضّلنی عَلیٰ ابی بکرٍ و عُمَر اِلّا جلدتہٗ حدّ المفتری

میں نے جس کسی کو پایا کہ وہ مجھے حضرت ابوبکر و عمر سے افضل کہتا ہوگا تو میں اسے بہتان تراشی کی سزا دوں گا۔

(غایۃ التحقیق صہ ۱۷/۱۸ اور صواعق محرقہ صہ ۶۰)

۱۶ حدیث پنجم

سنن دارقطنی میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ کے مقرب تھے جناب امیرالمومنین ازراہ نظر خصوصی انہیں — واھب الخیر

یعنی بھلائی کے دانا کے نام سے یاد کرتے تھے۔

إِنَّ ابا جحیفۃ کان یریٰ اَنَّ علیًّا افضل الامۃ فسمع اقواماً یخالفونہٗ فحزن حزناً شدیداً فقال لہٗ علیٌّ بعد ان اخذ بیدہٖ وادخلہٗ بیتہٗ مَا احزنكَ یا ابا جحیفۃ؟ فذکر لہٗ الخبر فقال الا اخبركَ بخیر ھٰذہ الامۃ، خیرھا ابوبکر ثم عمر قال ابوجحیفۃ فاعطیتُ اللہ عھداً ان لا اکتم ھٰذا الحدیث بعد ان شافھنی بہٖ علیٌّ ما بقیتُ

(صواعق ص۱۱۱ و غایۃ ص۱۸)

یعنی حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت سے افضل ہیں، پھر انہوں نے لوگوں کو اس کے خلاف کہتے سنا تو انہیں سخت رنج ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے کاشانہ اقدس میں لے گئے۔ غم کی وجہ دریافت کی انہوں نے اس کی وجہ مذکورہ عرض کی۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل کون ہے؟ حضورؐ کی امت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ ہیں حضرت ابوجحیفہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اللہ تعالےٰ سے عہد کیا کہ جب تک جیوں گا اس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد اسکے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے خود بالمشافہ مجھ سے ایسا فرمایا۔

حدیث ششم ۱۷

امام ابوبکر الآجری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو

سمعت علیًّا علی منبر

الکوفۃ یقول اِنَّ خیر ہٰذہ
الامّۃ بعد نبیّھا ابوبکرٍ
ثُمّ خیرھم عمر
(صواعق امام حجر مکی صـ۱۶)

جامع مسجد کوفہ کے منبر پر فرماتے سنا کہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ساری
امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر سب سے
افضل عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما

حدیث ہفتم ۱۸

امام حافظ ابوذر ہروی کئی ایک سندوں سے اور امام دارقطنی وغیرھما
نیز حضرت ابوجحفہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

دخلت علی علی فی بیتہ
فقلتُ یاخیر الناس بعد رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال مھلاً
یا ابا جحفۃ الا اخبرك بخیر
الناس بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم قلت اخبرنی فقال ابوبکرٍ و
عمر ویحک یا ابا جحفۃ لایجتمع
حُبّی وبغض ابی بکرٍ وعمر
فی قلب مؤمنٍ
(صواعق شریف صـ۱۶)

میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت
اقدس میں ان کے گھر حاضر ہوا اور عرض کی
اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب
لوگوں سے بہتر! اس پر آپ نے فرمایا
اے ابوجحفہ! ٹھہر جا۔ اس طرح کہنے میں
جلدی نہ کر! کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے
بہتر کون ہیں؟ میں نے عرض کی فرمایئے
فرمایئے، فرمایا، ابوبکر اور عمر ہیں، تجھ پر
افسوس ہے۔ اے ابوجحفہ میری محبت اور
ابوبکر و عمر کا بغض مسلمان کے دل میں اکٹھے
نہیں ہوسکتے۔

"میری محبت اور ابوبکر و عمر کا بغض مسلمان کے دل میں جمع نہیں ہوسکتے"

(حضرت علی کا ارشاد)

حدیث ہفتم میں سرکار مولا علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد گرامی کیا پیارا ارشاد ہے کہ جن

و عمر کا بغض اور میری محبت مسلمان کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ شیعہ حضرات کیلئے لمحۂ فکریہ ہے کہ اگر وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سچی محبت رکھتے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیچھے جاں نثار حضرت ابو جعفر کے نقشِ قدم پر چل کر حسبِ ارشاد مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کے بغض سے دل کو پاک کرنا ہوگا بلکہ ان سے سچی اور مخلصانہ عقیدت رکھنی پڑے گی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد کے بموجب ان دونوں کو حضورؐ کی ساری امت حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی افضل و اعلیٰ سمجھنا ہوگا۔ ورنہ حضرت علیؓ کی محبت و عقیدت کا دعویٰ بارگاہِ حیدرِ کرارؓ میں ناقابلِ قبول اور مردود ہوگا۔

کچھ ضدی شیعہ، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ان ارشاداتِ عالیہ کو تقیہ پر محمول کر لیتے ہیں۔ ان سے ہمدردانہ اور مخلصانہ گزارش ہے کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے یہ ارشادات ان کے اپنے زمانۂ خلافت کے ہیں جب کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے وصال کو ایک عرصہ گزر چکا تھا۔ ——— لہذا حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ان ارشاداتِ عالیہ کو تقیہ پر محمول کرنا نہ صرف ان کی ذاتِ اقدس پر افتراءِ عظیم ہے بلکہ حقائق و وقائع سے دیدہ دانستہ گریز بھی ہے جو کسی طرح بھی اہلِ انصاف کے شایانِ شان نہیں۔

۱۹ حدیث ششم

امام احمد، مسندِ ذی الیدین رضی اللہ عنہ میں حضرت ابوحازم سے راوی ہیں

قال جاء رجل الى علي بن الحسين رضي الله عنهما فقال ما منزلة ابي بكر وعمر من النبي صلى الله عليه وسلم فقال منزلتهما الساعة وهما ضجيعاه

(غایۃ التحقیق صہ ۱۹)

یعنی ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت ابوبکر و عمر کا مرتبہ کیا تھا؟" فرمایا "جو مرتبہ ان کا اب ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام کر رہے ہیں"

حدیث نہم ۴۰

امام دارقطنی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا ——

اجمع بنو فاطمة رضی اللہ عنہم عـلی ان یقولوا فی الشیخین احسن مالقول من القول۔

(صواعق ص۵۲)

یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا اجماع واتفاق ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں وہ بات کہیں جو سب سے بہتر ہو۔

ظاہر ہے کہ —— سب سے بہتر بات اسی کے حق میں کہی جائیگی جو سب سے بہتر ہو —— اس سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا سادات کرام کے نزدیک سب صحابہ سے لشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ افضل ہونا ثابت ہوا۔

حدیث دھم ۴۱

امام ابن عساکر وغیرہ سالم بن ابی الجعد سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ

قلت لمحمد بن الحنفیة هل کان ابوبکر اول القوم اسلاماً قال لا قلت فبم علا ابوبکر وسبق؟ حتی لا یذکر احدٌ الا ابابکر قال لانہ کان افضلهم اسلاماً حین اسلم حتی لحق بربہ۔

(صواعق ص۵۳)

میں نے حضرت امام محمد بن حنفیہ سے عرض کی، کیا ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟ فرمایا نہ، میں نے کہا پھر کیا بات ہے کہ ابوبکر سب سے بالا رہے اور سبقت لے گئے، یہاں تک کہ ان کے سوا لوگ کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے؟ فرمایا یہ اس لئے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل تھے جب سے اسلام لائے یہاں تک کہ اپنے رب سے جا ملے۔

حدیث یازدھم[۲۲]

امام ابوالحسن دارقطنی، جندب اسدی سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجوہہم کے پاس کچھ اہل کوفہ وجزیرہ نے حاضر ہو کر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا ——— حضرت امام نے میری طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا ———

انظروا الی اھل بلادك	اپنے شہر والوں کو دیکھو مجھ سے
یسألونی عن ابی بکرٍ وعمر	ابوبکر وعمر کے بارے میں سوال کرتے ہیں
لھما افضل عندی من علی	وہ دونوں میرے نزدیک بلاشبہ
(صواعق صہ ۵۵)	مولیٰ علی سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما

یہ امام اجل حضرت امام حسن مجتبیٰ کے پوتے اور حضرت شہید کربلا کے نواسے ہیں ان کا لقب مبارک ——— "نفس زکیہ" ——— ان کے والد ماجد حضرت عبداللہ محض جو سب سے پہلے حسنی وحسینی دونوں شرف کے جامع ہیں اس لئے محض کہلائے اپنے زمانہ میں سردار بنی ہاشم تھے ان کے والد ماجد حضرت امام حسن مثنیٰ اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین صلی اللہ علیٰ جدھم وابیھم وعلیھم وبارک وسلم۔

(غایۃ التحقیق مجدد اعظم اسلام امام احمد رضا بریلوی صہ ۲)

سید السادات فخر اہل ہدایات محبوب سبحانی قطب ربانی صاحب قدم گرامی پیر پیران میر میران افضل وامام اولیاء جہان سیدی وسندی الشیخ عبدالقادر سرکار جیلانی المعروف گیارہویں شریف والے پیر کی نسبت کریمہ گیارہویں کے مطابق حضرت مولائے کائنات وآئمہ اہلبیت صلی اللہ علیٰ جدھم وابیھم وعلیھم وبارک وسلم کی گیارہ حدیث لاکر انہیں پر اکتفا مناسب ہے، ورنہ حوالہ جات تو شمار سے باہر ہیں۔

اب ہر سنی بالخصوص سید کہلانے والے پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے آباء کرام کا اعتقاد اختیار کرکے ان کا سچا شہزادہ بنے اور ان کا اعتقاد قطعاً ویقیناً یہی ہے کہ

حضرات شیخین کریمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ بالخصوص حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ وعنہم سے افضل ہیں۔

تفضیل مولا علی رضی اللہ عنہ کا قائل رافضی ہے

سید سادات بلگرام حضرت مرجع الفریقین، مخبر شریعت بحر طریقت، البقیۃ السلف حجۃ الخلف سیدنا و مولانا سید میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی اپنی کتاب مبارک ——— "سبع سنابل شریف" ——— (جو عالم رویا میں بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پیش کی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب پسند فرمائی اور سید بلگرامی صاحب کی کتاب ہذا کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں قابل رشک قرب بخشا۔ اس کا مفصل واقعہ مجدد اعظم اسلام امام ربانی نائب غوث صمدانی امام ——— احمد رضا بریلوی ——— کی کتاب شریف ——— غایۃ التحقیق ——— میں ملاحظہ فرمائیں) میں ارشاد فرماتے ہیں۔

واجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر بعد انبیاء ابوبکر صدیق است وبعد از وی عمر فاروق است وبعد از وی عثمان ذی النورین است وبعد از وی علی المرتضیٰ است رضی اللہ عنہم فضل ختنین از فضل شیخین کمتر است بے نقصان وبے قصور اجماع اصحاب و تابعین وتبع تابعین وسائر علماء امت بریں عقیدہ واقع شدہ است کسے کہ امیر المومنین علی را خلیفہ نداند از خوارج است وکسیکہ اورا امیر المومنین ابوبکر و	اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ابوبکر صدیق ہیں ان کے بعد عمر فاروق، ان کے بعد عثمان ذوالنورین اور ان کے بعد علی مرتضیٰ ہیں حضرت عثمان وعلی کی فضیلت ابوبکر وعمر سے بغیر کسی نقصان وقصور کے کم ہے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تمام علمائے امت کا یہی عقیدہ ہے۔ جو شخص امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجی ہے۔ اور جو شخص انہیں امیر المومنین ابوبکر وعمر سے

عمر تفضیل کنند او از روافض است۔ (غایۃ التحقیق ص۲۲)

افضل قرار دے وہ رافضی ہے۔

جو مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ سے افضل بتائے گا میں اسے کوڑے ماروں گا۔ حضرت علیؓ

شیعوں کا حوالہ

آیئے! شیعہ حضرات کی معتبر کتاب کا جو شیعہ حضرات کے اصول اربعہ میں سے ایک ہے حوالہ بھی عرض کر دوں تاکہ غلط فہمی سے شیعہ بننے والے غیر متعصب شیعہ صاحبان ملاحظہ فرما کر مسلک اہلسنت کی طرف آکر اپنی

عاقبت سنوار جائیں۔ اس کتاب کا نام ——— رجال الکشی ——— ہے جو چوتھی صدی میں لکھی گئی۔ رجال الکشی میں ہے ———

عن محمد بن المنکدر انہ رای علیا علیہ السلام علی المنبر بالکوفۃ وھو یقول لئن اتیت برجل یفضلنی علی ابی بکر وعمر لاجلدنہ حد المفتری

(رجال الکشی طبع کربلا ص۳۳۸)

محمد بن منکدر سے مروی ہے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو کوفہ کے منبر پر جلوہ گر دیکھا اور یہ کہتے سنا کہ اگر میرے پاس ایسے شخص کو لایا جائے جو مجھے حضرت ابوبکر و عمر سے افضل بتاتا ہو تو میں اسے بہتان تراشی کی سزا (اسی کوڑے) ماروں گا۔

شیعہ حضرات نے اس روایت کو اپنی اس کتاب میں نقل کرنے کے بعد اسے مسخ کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن حق پسند اور انصاف کے متلاشی پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

الحمد للہ ——— کہ مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی پہ قائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے اور غیروں کو بھی اس کی ہدایت فرمائے ——— آمین!

شیعانِ کوفہ کا عقیدہ

مسئلہ تفضیل میں جیسا کہ راقم نے قبل ازیں عرض کیا ہے. کوفہ کے شیعہ اولی کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیے اور انھیں داد انصاف دیجئے۔

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد المعروف بالذہبی متوفی ۷۴۸ھ اپنی مشہور تصنیف لطیف میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں فرماتے ہیں ــــــ

وقال ابن شوذب عن لیث قال ادرکتُ الشیعۃ الاولی بالکوفۃ وما یفضلون علی ابی بکر وعمر احدا

یعنی امام لیث فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے شیعان اولین کو پایا اور وہ ابوبکر و عمر سے کسی کو افضل نہیں سمجھتے تھے۔

(ج ۳ ص ۴۲۱)

یہ امام لیث بن ابی سلیم کوفہ کے باشندہ ہیں جن کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں ــــ کان صاحب السنۃ ــــ اور امام عبدالوارث فرماتے ہیں ــــ کان من اوعیۃ العلم ــــ کہ آپ خزانہائے علم میں سے ایک خزانہ تھے ــــ اور کوفہ تو شیعان برادران کے نزدیک قبۃ الاسلام ہے ۔ یہ صدا قبۃ الاسلام کی صدا ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی افضل نہیں اور یہ صدا دینے والے کوفہ کے شیعان اولین ہیں جن کے ذریعے موجودہ شیعہ حضرات تک سب کچھ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کا شیخین کریمین کے بارے میں موجودہ خیال غلط اور ان کے اکابرین شیعان اولین کا اعتقاد درست اور صحیح ہے ــــ الحمد للہ ــــ کہ اہلسنت کے موقف حق کی تائید خود شیعہ حضرات کے اکابرین سے ہو چکی ــــ اس کے بعد اس مبنی بر انصاف اعتقاد کو پس پشت ڈالنا دور از دیانت ہے ــــ اور جو نام نہاد سنی کہلانے والے مولوی اور پیر مسئلہ افضلیت میں اجماع اہلسنت کے خلاف کرتے ہوئے موجودہ شیعوں کی ہم خیالی میں مبتلا ہیں یہ نہ صرف اہلسنت کے مسلک حق سے منحرف ہیں بلکہ کوفہ کے شیعان اولین سے بھی گئے گذرے ہیں ــــ اللہ تعالٰی ہدایت عطا فرماتے ہیں ــ آمین ــــ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
پر اعتراضات اور انکے جوابات

حضرت معاویہ پر اعتراض کا انجام

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات عرض کرنے سے پیشتر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت امیر معاویہ پر اعتراض در اصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرے وہ خدا پر اعتراض کرتا ہے اس کا انجام ایمان سے ہاتھ دھونا اور دوزخی ہونا ہے ——— معاذاللہ

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کی جب جنگ ہوئی تو پھر دونوں کی صلح بھی ہوئی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا پھر اس جنگ میں کئی ایک عشرہ مبشرہ صحابی بھی حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ کا موقف بھی ایک ہی تھا ——— ایک حضرت امیر معاویہ پر اعتراض ان سب پر اعتراض ہے پھر حضرت علی نے ان سے مصالحت کر لی تو ان پر بھی اعتراض ہوا کہ انہوں نے ایک کافر و مرتد سے صلح کر لی تھی (کیونکہ شیعہ حضرات مخالفین حضرت علی کو کافر و مرتد سمجھتے ہیں)

دونوں طرف سے ہزارہا بندگان خدا شہید ہوئے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ مرتد کی سزا صرف قتل ہے یا توبہ کرانا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مصالحت اسلام کے اس نکتہ نظر کے خلاف تھی کہ مرتد کو یا تو قتل کر دیا اسے مسلمان کر دو اور توبہ کراؤ۔ حضرت علی نے ایسا نہ کیا لہذا وہ بھی

قابل اعتراض ہوئے بلکہ امام حسن و حسین بھی قابل اعتراض ہوئے کہ انہوں نے حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ سے نہ صرف مصالحت کی بلکہ اپنی خلافت ان کے سپرد کی اور ان کے ہاتھ پر دونوں نے بیعت کی، شیعہ حضرات کی مشہور کتاب ——— رجال الکشی ——— میں قیس بن سعد کی روایت ملاحظہ کیجیے ———

فقال یا حسن قم فبایع فقام فبایع فقال للحسین علیہ السلام قم فبایع فقام فبایع ثم قال یا قیس قم فبایع فالتفت الی الحسین ینظر ما یامرہ فقال یا قیس انہ امامی

رجال الکشی
طبع کربلا
صہ ۱۰۲

تو حضرت امیر معاویہ نے حضرت امام حسن سے فرمایا۔ اے حسن آپ کھڑے ہوں اور مجھ سے بیعت کیجیے، امام حسن کھڑے ہوئے اور ان سے بیعت کی۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا آپ کھڑے ہوں اور بیعت کیجیے۔ وہ کھڑے ہوئے اور بیعت کی۔ پھر قیس بن سعد سے فرمایا اے سعد آپ کھڑے ہوں اور بیعت کیجیے، تو قیس امام حسین کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں امام نے فرمایا کہ قیس بیعت کیجیے، کہ امام حسن میرے امام ہیں جب انہوں نے حضرت امیر معاویہ کی بیعت کر لی ہے تو آپ بھی کیجیے تو انہوں نے بیعت کی

یہ شیعہ حضرات کی سب سے معتبر کتاب کا حوالہ ہے جب حضرت علی نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔ امام حسن نے اپنی خلافت ان کے سپرد کر کے امام حسین و قیس بن سعد جیسے جان نثار ساتھیوں سمیت حضرت امیر معاویہ سے بیعت کی تو حضرت امیر معاویہ کو برا سمجھے گا وہ دراصل حضرت علی و حسن و حسین اور ان کے ساتھیوں کو بھی برا سمجھتا ہے اور ان پر طعن

ہے کیونکہ بڑے آدمی سے صلح کرنے والے اور اسے خلافت دینے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے بھی اچھے نہیں کہلا سکتے۔ اور ان حضرات پر طعن کرنا یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے اور حضورؐ پر طعن دراصل خدا تعالیٰ پر طعن ہے۔ ایسا آدمی اپنے بارے میں خود ہی سوچ لے کہ اس کے بعد اس کا کیا انجام ہوگا۔

اعتراض اوّل

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین قبیلے بنو ثقیف بنو حنیفہ اور بنو امیہ ناپسند تھے۔ حضرت امیر معاویہ بنو امیہ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے لہذا یہ بھی حضور کو ناپسند ہوتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی قبیلے یا کسی جگہ کو ناپسند کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس قبیلے یا جگہ کا ہر شخص ناپسند ہے ——— اسی طرح کسی قبیلے یا جگہ کو پسند کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس قبیلے اور جگہ کا ہر شخص پسند ہے۔ دیکھئے قبیلہ قریش خدا کا پسندیدہ قبیلہ ہے اور مکہ و مدینہ پسندیدہ شہر ہیں لیکن ابو جہل و ابو لہب قریشی و مکہ سے اور یہود مدینہ کے رہنے والے سخت ناپسند ہیں،

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بنی امیہ سے تھے اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے محبوب تھے کہ آپ نے اپنی دو شہزادیاں رقیہ اور ام کلثوم ان کے نکاح میں دیدیں اس لئے آپ کو ذوالنورین (دو نوروں والے) کہا جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو شیعہ حضرات کی معتبر کتاب المحبر اور حیات القلوب جلد دوم)

اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز جلیل القدر تابعی جن کی عظمت کا تمام عالم اسلام قائل ہے اور خود شیعہ مصنفین نے ان کی تعریفیں کیں ہیں۔ بنی امیہ سے تعلق رکھتے تھے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نجد کی سرزمین ناپسند تھی اور اس کے لئے آپ نے دعائے خیر بھی نہ فرمائی اس کا یہ مطلب نہیں کہ نجد کا ہر شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا۔ سرزمین نجد سے ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ مولانا سلیمان بن عبد الوہاب نجدی پیدا ہوئے جو

تمام عالم اسلام کی نظروں میں قابل قدر عالم و بزرگ تھے۔ جنہوں نے اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے وہابیانہ گمراہانہ خیالات کی تردید کی اور اس کے رد میں کتاب لکھی جس کا اردو ترجمہ ادارہ سوادِ اعظم لاہور نے ——— "نجدی مذہب" کے نام سے شائع کیا ہے

دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا تعلق ان تینوں قبائل کے بعض مخصوص افراد سے ہے ——— چنانچہ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ———

"قبیلہ ثقیف سے ایک جھوٹا اور ایک مہلک شخص پیدا ہوگا۔"

یہ اشارہ مختار بن ابی عبید اور حجاج بن یوسف کی طرف تھا ——— اول الذکر جھوٹا اور ثانی الذکر مہلک و ظالم تھا۔

قبیلہ بنی امیہ کو ناپسند کرنا یزید کی وجہ سے تھا چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے جسے امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں ضعیف سند کیساتھ حضرت ابو عبیدہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ———

لایزال امر امتی قائما بالقسط حتی تکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیہ یقال لہ یزید (اثبت بالسنۃ و تاریخ الخلفاء ص۱۶۰)	یعنی میری امت کا معاملہ ہمیشہ انصاف پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ سب سے پہلے جو شخص میری امت کے معاملہ میں رخنہ اندازی کرے گا وہ قبیلہ بنی امیہ کا ایک مرد ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔

اور دوسری روایت میں ہے جسے امام رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء سے روایت کیا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ———

اول من یبدل سنتی رجل	سب سے پہلے جو شخص میری سنت

...من بنی امیۃ یقال لہٗ ...یزید (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۰)	کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ کا ایک مرد ہو گا جسے یزید کہا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ——

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ بنو امیہ کو ناپسند کرنا یزید ایسے بعض مخصوص افراد کی وجہ تھا نہ کہ اس قبیلہ کا ہر فرد آپ کو ناپسند تھا۔ اگر ایسی بات ہوتی تو حضرت امیر معاویہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کا کاتب اور اپنے ذاتی خطوط کا محرر کیوں مقرر فرماتے۔ پھر آپ کی ہمشیرہ حضرت بی بی ام حبیبہ سے نکاح کیوں فرماتے؟ پھر ان کے حق میں دعائیں کیوں فرماتے

اسی طرح قرآن میں ہے —— وقُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ —— کہ انسان کی ہلاکت ہو کس قدر ناشکرا واقع ہوا! —— تو کیا سارے انسان ناشکرے ہیں ہرگز نہیں بلکہ اس سے بعض انسان مراد ہیں۔ اسی طرح ان قبیلوں سے بھی بعض افراد مراد ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھے نہ کہ اس قبیلے کے سارے افراد۔

رہا یہ سوال کہ جب یزید کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خبر دی تھی تو حضرت امیر معاویہ نے یزید کو اپنا ولی عہد کیوں بنایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ تک وہ خبر نہیں پہنچی تھی، کیونکہ ہر صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث سے باخبر نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام صحابہ ہمہ وقت نہیں رہتے تھے بلکہ اکثر صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے کبھی جنگ پر کبھی تبلیغ پر کبھی وصولی زکوٰۃ پر کبھی مخالفین اسلام کے خلاف اسلام منصوبوں کی جاسوسی کرنے اور کبھی کسی کبھی کسی ڈیوٹی پر چلے جاتے تھے۔ بلکہ آنے والے بہت سے حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو خفیہ طور پر بتائے اور ساتھ ہی انہیں ان حالات کو خفیہ رکھنے کا بھی حکم دیا تھا اور مشیت الٰہی بھی یہی تھی تاکہ ان باتوں کو خفیہ رکھ کر خدا تعالےٰ کی بعض حکمتیں اور ان کے تقاضے ظہور میں آئیں۔

چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بعض ایسے راز بتائے کہ اگر میں انہیں ظاہر کردوں تو قتل کر دیا جاؤں" ـــــ کما فی صحیح البخاری

اور آپ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے ـــــ اللھم انی اعوذ بک من الستین کہ یا اللہ میں ساٹھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں" ـــــ اس وقت کسی کو معلوم نہ ہوا کہ ساٹھ سے کیا مراد ہے نہ ہی آپ نے کسی کو بتایا۔

نیز ـــــ حضرت ابوہریرہؓ دعا میں یوں بھی کہا کرتے تھے ـــــ

اَللّٰھم انی اعوذبک من امارۃ الصبیان ـــــ کہ یا اللہ میں بچوں کی حکومت سے تیری پناہ چاہتا ہوں ـــــ مگر آپ نے کبھی اس کی وضاحت نہ فرمائی بلکہ اس کو خفیہ رکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی تھا۔

جب ۵۹ھ میں حضرت ابوہریرہؓ کا وصال ہوا اور یزید کے دور امارت میں واقعہ کربلا رونما ہوا تب لوگوں کو پتہ چلا کہ ساٹھ سے حضرت ابوہریرہؓ کی مراد ۶۰ھ تھی اور بچوں کی حکومت سے ان کی مراد یزید کا دور حکومت تھا کہ اسلام میں یہ پہلا کم عمر امیر مقرر ہوا اس وقت اس کی عمر پچیس سال تھی۔

غرضیکہ ـــــ حضرت ابوعبیدہ اور ابودرداءؓ بھی یزید کے نام کی جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ بھی انہیں رازہائے سربستہ کا حصہ تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جن کو خفیہ رکھنے کی ہدایات تھیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی طور پر ان دو حضرات کو بتانے کی بجائے مجمع عام میں فرماتے۔ دوسرے صحابہ سنتے اور اس کی روایت عام ہوتی مگر کسی اور صحابی سے یہ حدیث مروی نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ حدیث رویانی اور ابویعلی کے سوا کسی دوسرے محدث نے روایت کی ہے ـــــ معلوم ہوا کہ یقیناً یہ ارشاد راز کے طور پر فرمایا گیا تھا جو حضرت امیر معاویہ بلکہ دوسرے صحابہ تک

پہنچ سکا۔ اس لئے ان پر اعتراض کرنا قطعاً بے جا ہے۔

اعتراض دوم حضرت امیر معاویہ سے حضرت امام حسن کی صلح اس شرط پر ہوئی تھی کہ حضرت امیر معاویہ کے بعد حکومت امام حسین کے سپرد کی جائے گی مگر انہوں نے اپنے بیٹے کو حکومت دیکر اس شرط کی خلاف ورزی کی جو ایک صحابی تو کیا ایک عام مسلمان کی شان سے بھی بعید ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صلحنامہ میں امام حسین کی بجائے امام حسن کی شرط تھی لیکن جب امام حسن پہلے ہی وفات پا گئے تو یہ شرط ختم ہو گئی ——— اس میں یہ نہیں تھا کہ امام حسن اگر زندہ نہ رہے تو حکومت امام حسین کے سپرد کرنا ہوگی۔ اگر ایسی شرط ہوتی تو اس کی خلاف ورزی ہوتی مگر یہ شرط نہ تھی لہذا خلاف ورزی بھی نہ ہوئی ——— اس لئے حضرت امیر معاویہ پر عہد کی خلاف ورزی کا طعن بھی بے جا ہے۔

اعتراض سوم حضرت امیر معاویہ نے اپنے بیٹے کو جانشین بنا کر جمہوریت کی خلاف ورزی کی اور ملوکیت کی بنیاد ڈالی جو اسلام میں ناجائز ہے۔ اور بیٹا بھی کیسا، فاسق و فاجر اور شرابی قسم کا ——— وامرھم شوریٰ بینہم ——— قرآن کے حکم کے بھی خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بیٹے کو جانشین بنانا اسلامی جمہوریت کے ہرگز خلاف نہیں ہاں اسلامی جمہوریت کے خلاف اس وقت ہوگا جب جانشین ہونے والا بیٹا نا اہل اور نالائق ہو یا جانشین ہونے والے کے حالات اس بات کا غالب اندیشہ دلاتے ہوں کہ وہ اسلام کے خلاف کام کرے گا اور مسلمانوں کو اسلام کے علاوہ کسی اور راستے پر ڈالنے یا فتنہ انگیزیاں کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے مقابلہ میں لائق اور اہل آدمی بھی موجود ہوں اس صورت میں بیٹے کو جانشین بنانا جائز نہیں۔

اگر صورت حال اس کے برعکس ہو یعنی جانشین ہونے والا اہل علم اور لائق ہونے کے

جانشین بنانا جائز ہے ــــــ اگر ناجائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صحابہ یہ مشورہ نہ دیتے
کہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کو اپنا جانشین بنائیں کیونکہ ناجائز کام کا مشورہ دینا بھی ناجائز ہے
پھر حضرت عمر نے اپنے صاحب زادے کو خلیفہ نہ بنایا اس لئے نہیں کہ وہ ان کا بیٹا تھا
بیٹے کو جانشین بنانا اسلام میں قابلِ اعتراض بات ہے بلکہ آپ نے یہ عذر پیش کیا کہ

"میرا بیٹا جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے اور خلیفے کے لئے متحمل اور
بردبار ہونا ضروری ہے"

پھر ملوکیت کو بھی ایسے ہی بدنام کر دیا گیا ہے حالانکہ اسلام میں ملوکیت کی کوئی
ممانعت نہیں بلکہ بادشاہ عادل کو حدیث میں خدا کا سایہ فرمایا گیا ہے۔ الفاظ کریمہ
یہ ہیں:۔ ــــــ السلطان العادل ظل اللہ فی ارضہ (الحدیث) ــــــ
کہ عادل بادشاہ روئے زمین پہ خدا کا سایہ ہے ــــــ آجکل کے جمہوری طریقہ سے
بننے والے صدر یا وزیر اعظم گزشتہ زمانے کے بادشاہوں سے بھی زیادہ آمر ہیں آجکل
دفعہ ۱۴۴ اور ہنگامی حالات کا نفاذ کیا کم آمریت ہے؟ ــــــ کیا ایسی جمہوریت
اسلام کو پسند ہے؟ ــــــ لاحول ولا قوۃ

اور اگر مشورہ کرنا ضروری اور فرائض اسلام میں سے تھا تو حضرت ابو بکر صدیق نے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں نامزد کیا تھا ــــــ

ــــــ معلوم ہوا کہ مشاورت

فضیلت اور استحسان کی بات ہے، فرض اور واجب نہیں۔

اس کے باوجود یہ کہاں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے یزید کے بارے میں کسی سے
مشورہ ہی نہیں لیا تھا بلکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ جیسے بعض جلیل القدر صحابہ کا مشورہ انہیں حاصل تھا
رہا یہ کہ حضرت مغیرہ نے اپنی معزولی سے بچنے کے لئے انہیں یہ غلط مشورہ دیا تھا تو یہ ایک عظیم
صحابی پر بہتان اور تاریخ کا افتراء ہے ــــــ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم

میرے صحابہ عدول ہیں یعنی نیکو کار ہیں ——— تو وہ کبھی کسی کو غلط مشورہ نہیں دے سکتے بلکہ وہ تو خود عہدہ کی گراں بار ذمہ داریوں سے معزولیت چاہتے تھے۔

چنانچہ تاریخ طبری میں ہے آپ نے حضرت امیر معاویہ کو خط لکھا تھا جس میں خطبہ کے بعد معزولیت کی درخواست تھی۔ ——— الفاظ یہ ہیں ———

اما بعد فانی کنت قد کبرت سنی ودق عظمی (الی ان قال) فان رایت ان تعزلنی فاعزلنی	حمد وصلوۃ کے بعد گزارش ہے کہ میں سن رسیدہ ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں اس بار گراں کی برداشت سے اکڑ پڑ گئی ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے معزول فرما دیں۔
(تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۳۱)	

یہ مورخین کا حضرت مغیرہ پر بہتان ہے کہ انہوں نے معزولی سے بچنے کے لئے حضرت امیر معاویہ کو یزید کے جانشین کرنے کا مشورہ دیا تھا اس سلسلہ میں جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ سراسر افترا ہے۔ ——— حقیقت یہ ہے کہ حضرت مغیرہ کا یزید کو جانشین بنانے کا مشورہ ایسے ہی مخلصانہ تھا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے صاحب زادے عبداللہ بن عمر کو جانشین بنانے کا مشورہ مخلصانہ تھا۔

رہا یہ کہ ——— یزید فاسق و فاجر تھا سو یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ حیات امیر معاویہ میں یزید سے کوئی فسق و فجور ثابت نہیں ——— اگر کوئی ایسی روایت مل بھی جائے کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو فاسق و فاجر جانتے ہوئے بھی اپنا جانشین کیا تو وہ بھی افترا و بہتان ہوگا

یزید فاسق و فاجر ہوا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ہوا جس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو طعن کرنا نہ صرف عقل و دانش بلکہ ایمان کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے۔

اور مشاورت بھی ایک مستحسن چیز ہے فرائض یا ارکان اسلام سے نہیں کہ اس کے ترک پر انسان فاسق و فاجر ہو جاتا ہے۔

اعتراض چہارم

حضرت امیر معاویہ نے جنگ صفین میں نیزوں پر قرآن بلند کر کے لڑائی کو رکوایا تھا نیزوں پر بلند کرنا قرآن کی سوء ادبی ہے اس لئے پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ کے دل میں قرآن کا کوئی احترام نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ —— نیزوں پر قرآن کو بلند کرا کر قرآن کو اونچا ہی کیا گیا تھا خدانخواستہ نیچے تو نہیں کیا گیا تھا کہ قرآن کی بے ادبی ہوتی —— دوسری بات یہ کہ حضرت امیر معاویہ نے تو حضرت علی کی ہی تقلید کی تھی کیونکہ جنگ جمل میں جنگ کو رکوانے کے لئے حضرت علی نے بھی قرآن کو نیزوں پر بلند کرایا تھا اسے محض ایک جنگی چال پر محمول کرنا ان پاکیزہ لوگوں کے حق میں سوء ظن ہے —— (ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۰۴)

مگر اس وقت جنگ نہ رک سکی تھی اور اب رک گئی —— اگر یہ بے ادبی ہے تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کیا کہیں گے؟ —— معلوم ہوا کہ یہ جنگی چال نہ تھی۔

اعتراض پنجم

حضرت امیر معاویہ کی یہ ایک جنگی چال تھی انہوں نے تازہ دم ہونے کے لئے قرآن کو آڑ بنا کر جنگ رکوائی تھی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ فرماتے ہوئے کہ —— لیسوا باصحاب دین ولا قرآن انا اعرف بھم منکم الخ —— یہ لوگ نہ دین دار ہیں اور نہ قرآن والے ہیں انہیں تم سے زیادہ میں پہچانتا ہوں" —— اپنے ساتھیوں کو جنگ بند کرنے سے منع کر دیا تھا جیسا کہ تاریخ کی کتابوں سے واضح ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخ کی جن جن کتابوں میں یہ یا اسی طرح کی دوسری روایات آئی ہیں ان کا مرکزی راوی —— ابومخنف —— ہے جو کٹر شیعہ اور کذاب تھا۔ اس لئے اس کی ایسی روایات کذب صریح کے سوا کچھ نہیں، ذرا ملاحظہ فرمائیے۔

امام شمس الدین ذہبی نقاد کبیر ابو مخنف کے بارے میں میزان میں فرماتے ہیں۔

لایوثق بہ (میزان الاعتدال ج ۲ صفحہ ۳۶۰) کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں

امام ابن حجر العسقلانی لسان المیزان میں فرماتے ہیں۔

شیعی محترق صاحب اخبارھم (لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۴۹۲ طبع حیدرآباد دکن)

کہ ابو مخنف جلا بھنا یعنی کٹر شیعہ تھا اور شیعوں کی خبریں جانتا اور روایت کرتا تھا۔

مورخین چونکہ نقاد نہیں ہوتے وہ ہر قسم کے راویوں کی خبریں جمع کرتے ہیں اس لئے ان کی روایات کو جانچ پڑتال کر کے قبول کرنا چاہیئے — بالخصوص اگر کوئی خبر کتاب و سنت کے خلاف ہو تو اسے جھوٹ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ تاریخ کی کتاب و سنت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں کہ عقیدے کی بنیاد کتاب و سنت ہے نہ کہ تاریخ کے واقعات۔

چنانچہ علامہ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

وما روی فی السیرۃ لایقاوم مافی الصحیح	یعنی سیرت و تاریخ حدیث صحیح کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(ج ۱ صفحہ ۶۷ مصری)

جب تاریخ و سیرت کی روایات احادیث صحاح کا مقابلہ نہیں کر سکتیں تو قرآن و سنت کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہ کے بارے میں تاریخ پر کلی اعتماد کرنا متلاشی حق کی شان نہیں ہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ حضرت امیر معاویہ کا اس طرح جنگ کو رکوانا شدت جذبہ اسلامی اور ملت اسلامیہ کے درد کی وجہ سے تھا — اس میدان کارزار میں آپ کی صدائے درد جن کلمات پر مشتمل تھی انہیں ملاحظہ فرمایئے —

ھذا حکم کتاب اللہ عزوجل بیننا وبینکم من لثغور الشام	یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب اللہ فیصلہ ہے اہل شام کی سرحدوں

بعد اھلہ ومن لثغور العراق بعد اھلہ (تاریخ کامل امام ابن اثیر ج ۳ ص۱۶۱)	کے بعد شام کی اور اہل عراق کے نہ ہونے کے بعد عراق کی سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ صدائے درد اس وقت فضاؤں میں بلند ہوئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے چالیس ہزار اور حضرت امیر معاویہ کی فوج سے بیس ہزار سپاہی جام شہادت نوش کر چکے تھے ——— چنانچہ امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اہل شام کی کل فوج ساٹھ ہزار اور اہل عراق کی ایک لاکھ بیس ہزار تھی

فقتل منھم عشرون الفا ومن اھل العراق ستون الفا (البدایہ والنہایہ ج ۷، ص۲۷۴)	کہ اہل شام کی ساٹھ ہزار فوج سے بیس ہزار اور اہل عراق کی ایک لاکھ بیس ہزار سے ساٹھ ہزار قتل کی بھینٹ چڑھ چکی تھی۔

جو حضرت امیر معاویہ کے ان درد انگیز کلمات کو ایک حقیقت حال قرار دینے کی بجائے جنگی چال پر محمول کرتا ہے ہمارے خیال میں سبائی فکر کی ترجمانی کرتا ہے (العاذ نا اللہ منہ

اعتراض ششم واقعہ تحکیم میں حضرت امیر معاویہ نے حضرت عمرو بن عاص کے ذریعے حضرت علی کو خلافت سے معزول کرایا۔ حضرت عمرو بن عاص حضرت امیر معاویہ کیساتھ ساز باز کر کے ابو موسےٰ اشعری کو بے وقوف بنایا اور حضرت معاویہ نے عمرو بن عاص سے خلاف توقع اپنی خلافت کا اعلان کرا کر ان سے معاہدۂ ثالثی کی خلاف ورزی کرائی اور بہت بڑا دھوکہ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مورخین کی مہربانی ہے کہ انہوں نے واقعات کی روایت کرنے والوں کو نقد و جرح کے اصولوں پر پرکھے بغیر ان روایات کو لیکر کتب تاریخ میں جمع کر دیا ——— ہم پہلے بحث کر چکے ہیں کہ یہ لوگ محدثین تو تھے نہیں اور کوئی تھے

بھی تو انہوں نے اس خیال سے کہ یہ محض تاریخ ہے حدیث نہیں ہے اسے نقد و جرح کے اصول پر پرکھنا ضروری نہ سمجھا —— اور اس خیال سے کہ دروغ بر گردن راوی ہر رطب یابس کو نقل کر ڈالا۔ بلکہ اگر ایک مورخ نے تحقیق کے بغیر ایک واقعہ کو نقل کر دیا تو دوسرے مورخین بھی اس کی تقلید میں اس واقعہ کو نقل کرتے اور مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے۔

ایک بڑے مورخ کی زبانی اس حقیقت کا اعتراف ملاحظہ فرمایئے اور یہ ہیں امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ —— فرماتے ہیں ——

لولا ان ابن جریر وغیرہ من الحفاظ والائمۃ ذکروہ ماسقتہ واکثرہ من روایۃ ابی مخنف لوط بن یحییٰ وکان شیعیا وھو ضعیف الحدیث عند الائمۃ

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲)

یعنی اگر ابن جریر طبری اور دوسرے ائمہ و حفاظ تاریخ نے یہ روایات اپنی کتابوں میں ذکر نہ کی ہوتیں تو میں اپنی اس کتاب میں ان کا تذکرہ نہ چلاتا۔ جب کہ اس قسم کی اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہیں۔ وہ شیعہ تھا اور محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔

لیکن آج کے دور جہالت میں جب کہ لوگ کتاب و سنت کی طرح تاریخ کو بھی اہمیت دینے اور جزو ایمان بنانے لگے ہیں ضروری ہو گیا ہے کہ عقل و خرد اور جرح و نقد کے اصولوں سے حق و باطل میں امتیاز کیا جائے۔

ہماری تاریخ دشمنانِ اسلام نے مسخ کر دی ہے

اگر ذرا بھی عقل و درایت سے کام لیا جائے تو ان روایات کی حقیقت صاف کھل جاتی ہے اور دشمنان اسلام کے مکر و فریب کا پتہ چل جاتا ہے کہ انہوں نے ہماری تاریخ مسخ کر دی ہے ہماری مسخ شدہ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص نے اپنے فیصلے زبانی سنائے

حالانکہ یہ عقل و دانش اور اسلام کی سابقہ روایات و ضوابط تحکیم کے خلاف ہے۔ اس سے پیشتر جب بھی کہیں ایسے اہم فیصلے ہوئے وہ باقاعدہ ضابطۂ تحریر میں لائے جاتے تھے اور وقت پر پڑھ کر سنا دیئے جاتے ——— معاہدۂ حدیبیہ اور اسی طرح کے دوسرے معاہدے تحریری طور پر ہوتے رہے۔ یہ اس قدر بڑا فیصلہ اور بغیر تحریر کے محض زبانی سنا دیا جائے ہرگز قرین قیاس نہیں بلکہ یہ ایک ایسا اہم فیصلہ تھا جس کے لئے تحریر ضروری تھی کہ فریقین کے ثالث اُسے پڑھ کر سناتے اس کے بعد اس پہ فریقین کے دستخط ثبت ہوتے تاکہ آئندہ فریقین کو اس کے ایک ایک حرف کی پابندی کرنا پڑتی اور کسی کی طرف سے خلاف ورزی کا امکان ختم ہو جاتا ——— حالانکہ اگر چند ٹکوں کا لین دین ہو تو اسے بھی قرآن کریم ضبط تحریر میں لانے کا حکم فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ الخ	اے ایمان والو جب تم ایک مدت مقررہ تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور چاہیئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے۔

(البقرۃ آیت ۲۸۲)

اور امت محمدیہ کے دو عظیم گروہوں کے درمیان فیصلہ ہو رہا ہے اور ایک بڑی جنگ کے بعد ہو رہا ہے جس میں فریقین کے ۰۰ ہزار آدمی جام شہادت نوش کر چکے ہیں نہ ثالث اسے تحریر کرتے ہیں اور نہ ہی فریقین سے مطالبہ تحریر ہوتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہوا۔

ہماری اس گزارش کہ ثالثوں کا فیصلہ محض زبانی نہیں تھا بلکہ لکھا گیا اور پڑھ کر سنایا گیا کی تائید طبری اور محاضرات میں لکھے ہوئے ان الفاظ سے ہوتی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ

"معاہدہ تحکیم کے سلسلہ میں فریقین میں یہ طے پایا تھا کہ ثالث جو

فیصلہ سنائیں گے ایک تو وہ زبانی نہ ہو بلکہ تحریری طور پر مرتب ہو اور دوسرے یہ کہ وہ فیصلہ دومۃ الجندل کے مقام پر مقررہ تاریخ پر سنایا جائے"

(ملاحظہ ہو طبری ج ۶ صہ ۲۹/۳۶/۳۲، محاضرات ج ۲ صہ ۲۹)

مگر سبائی فتنہ پردازوں اور مسلم نما تاریخ گویوں نے تاریخ سے ثالثوں کے فیصلہ کا متن ہی حذف کر دیا تاکہ ان کی طرف بے ہودہ اور من گھڑت واقعات منسوب کر کے مسلمانوں کو صحابہ کی عقیدت سے منحرف کرنے کی جو ناپاک کوشش کی جائے اس میں وہ متن حائل نہ ہو سکے ——— اور حقیقت یہ ہے کہ وہ فیصلہ تحریری تھا اور اس پر ثالثوں کے سپرد دونوں طرف کے ثالثوں کے گواہوں کے دستخط لئے گئے تھے اور اس کے بعد فریقین کی موجودگی میں اسے پڑھ کر سنایا گیا ——— جس پر فریقین کو اس قدر اطمینان ہوا کہ پھر حضرت علیؓ و معاویہؓ کے درمیان کبھی لڑائی نہ ہوئی، اور نہ کسی کی طرف سے کبھی اختلاف رونما ہوا۔

وہ فیصلہ کیا تھا ——— اور اس کے متن کے الفاظ کیا تھے؟ امام ابو بکر بن عربی ——— "العواصم من القواصم" ——— میں تحریر کرتے ہیں کہ اس فیصلے کا متن یہ تھا ——— ترجمہ:

"خلافت کا معاملہ بڑے بڑے صحابہ پر چھوڑ دیا جائے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر دم تک راضی رہے سردست حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ اپنے اپنے مقبوضہ علاقوں کا نظم و نسق علیحدہ علیحدہ چلاتے رہیں اور آپس میں امن و سلامتی سے رہیں"

اسی فیصلہ پر فریقین راضی ہوگئے اور ثالثوں یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری اور

حضرت عمرو بن عاص کے حسن ذہانت اور خداداد بصیرت سے آپس کی جنگ و جدال کا قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ ــــــ ان ثالثوں میں سے نہ تو حضرت ابوموسیٰ اشعری کم عقل تھے جیسا کہ تاریخ میں ملاوٹ کرنے والے سبائیوں نے کہا ہے اور نہ ہی حضرت عمرو بن عاص دھوکہ باز تھے جیسا کہ جعلی تاریخ سازوں نے ان کو ظاہر کیا ہے۔

اس سے دراصل حضرت علی پر بھی بہتان آتا ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کو ثالث بنانے پر آمادہ ہوگئے، جو اس قدر سادہ کم عقل اور بے وقوف تھا کہ فریق مخالف کی سازش کا شکار ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت علی میں اتنی سوجھ بوجھ بھی نہ تھی کہ ثالث کن صفات کا حامل ہونا چاہیئے۔

غرضیکہ ــــــ مسلم نما سبائیوں نے تاریخ کو مسخ کرکے صحابہ کرام کی طرف غلط اور گھناؤنے کردار کی نسبت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تاکہ مسلمانوں بالخصوص نئی نسلوں کے دلوں میں صحابہ کی عقیدت باقی نہ رہے بلکہ ان کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ ہوجائے کہ صحابہ تو بے وقوف، کم عقل یا مکار اور فریبی تھے ــــــ جب معاذ اللہ! ــــــ لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام کی عظمت کے نقوش باقی نہ رہیں گے بلکہ ان کے نزدیک وہ بے وقوف یا چوٹی کے عیار و مکار ٹھہریں گے تو عوام مسلمانوں اور بالخصوص نئی نسل کا صحابہ کرام کے پہنچائے ہوئے اسلام پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور اس عوام بالخصوص نئی نسل کو کفر و الحاد کی طرف لے جانا آسان ہوجائے گا۔

لہذا ہم یقین سے کہتے ہیں کہ ــــــ ثالثوں نے وہی فیصلہ کیا جو امام قاضی ابوبکر بن عربی کے حوالے سے گزرا۔ اس میں نہ کسی نے دھوکا دیا اور نہ کسی نے دھوکا کھایا اس لیے حضرت امیر معاویہ کو اس بارے میں مطعون کرنا قطعاً بےجا ہے۔

اعتراض ہفتم

بعض روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے بارے میں حکم دیا تھا کہ

——اذا رأيتموه على المنبر فاقتلوه—— کہ جب تم انہیں منبر پر بیٹھا دیکھو قتل کر دو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ —— یہ روایات رافضیوں کی من گھڑت ہیں جو حضرت امیر معاویہ کو بدنام کرنے اور نگاہِ نبوت میں انہیں مقہور و مبغوض ظاہر کرنے کے لئے اختراع کی گئی ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

چنانچہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری اپنی کتاب تاریخ صغیر میں فرماتے ہیں ——

وهذه الاحاديث ليس لها اصول ولم يثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم (تاریخ صغیر ص۶۸)

یعنی ان روایات کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی کے بارے میں اس طرح کا فرمان ثابت ہے

اعتراض امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد کر کے اسے حکم دیا تھا کہ وہ امام حسین کے ساتھ ہر ممکن ظلم و تشدد کر کے ان سے بیعت لے۔

جواب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے جاں نثار صحابی پر بے بنیاد اعتراض ہے۔ ہم جیسا کہ اس سے پیشتر عرض کر چکے ہیں اگر اس قسم کی کوئی بات تاریخ کے صفحہ پر موجود ہو تو وہ ہرگز حجت نہیں۔ کسی عام مسلمان پر ظلم و زیادتی کرنا اور اس کا مشورہ دینا گناہ کبیرہ ہے پھر نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس قسم کا مشورہ یا حکم دینا تو انتہائی بدتر گناہ ہے جس کی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا اور تاریخ کے رطب ویابس اور بے سروپا حوالہ جات پر اس کی بنیاد رکھنا کسی دانشمند اور اصول پسند انسان سے متوقع نہیں۔ تاریخ کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے۔ کسی مسلمان کی طرف کبیرہ گناہ کی نسبت کے لئے محض تاریخ کا حوالہ کافی نہیں ہے

بلکہ اس میں خبر واحد تک کا بھی اعتبار نہیں کہ وہ بھی ظنی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے — اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ — کہ کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں —
وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُھُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا —
کہ ان میں اکثر گمان پر ہی چلتے ہیں۔ بے شک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا —
لہٰذا اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ بیہودہ و غلط اعتراض ہے۔ بلکہ اس کے برعکس سیدنا
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ وصیت پڑھیے جو آپ نے یزید کو امام عالی مقام کے حق میں فرمائی۔

حضرت امیر معاویہ کی یزید کو وصیت

امام ابو اسحٰق اسفرائنی ائمہ اہلسنت میں سے جلیل القدر امام گذرے ہیں وہ اپنی مشہور تصنیف لطیف
نور العین فی مشہد الحسین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ وصیت نقل فرماتے ہیں۔ جو
آپ نے آخری وقت میں اپنے لڑکے یزید کو فرمائی۔ طوالت کے خوف سے عربی کی بجائے
صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بعد حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مدت تک سربراہ مملکت رہے۔ آپ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت اور جمیع بنی ہاشم خصوصاً حضرت امام حسین اور آپ
کے برادران و اہل بیت و اقارب کی بہت تعظیم فرماتے تھے یہاں تک کہ والد سے
بھی بڑھ کر شفقت فرماتے حضرت امام حسین کو مدینہ منورہ کی نیابت سونپ
دی اور آپ مدت تک حضرت امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر
رہے پھر آخر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
کو آپ کے اہل بیت و اقارب کے ہمراہ دمشق لے گئے اور انہیں اپنا نائب سربراہ
مملکت بنا دیا ہر طرف حضرت امام [illegible] کا حکم چلتا تھا آپ کی بہت
تعظیم و تکریم کی جاتی تھی حضرت امیر معاویہ ہر شخص کو امام حسین کی تعظیم و تکریم

کا حکم دیتے امام حسین کے ہر مشورہ اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل فرماتے۔ اور
سب سے پہلے آپ کی ہی ہر ضرورت پوری کی جاتی، حضرت امیر معاویہ جہاں
بیٹھتے حضرت امام حسین کی کرسی اپنے ہمراہ رکھواتے۔ آخر آپ بیمار ہوئے
اور موت کے آثار نظر آنے لگے تو اس وقت اپنے بیٹے یزید کو بلوایا وہ
حاضر ہوا اور سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ——— میرا آخری وقت ہے
اور تم میرے جانشین ہوگے مگر میں تجھے رعیت میں عدل و انصاف کی وصیت
کرتا ہوں۔ بڑوں کو باپ اور برابر والوں کو بھائی اور چھوٹوں کو اولاد کے
بمنزلہ سمجھنا، خدا اور رسول کی اطاعت کو ہر بات پر مقدم رکھنا اور امام حسین
اور آپ کے اعزہ و اقارب کا اعزاز و اکرام تجھ پر ایسے ہی فرض ہے جیسے
میرا۔ اپنی ہر ضرورت پر امام حسین اور آپ کے اعزہ و اقارب کی ضرورت
کو مقدم رکھنا اور جمیع بنی ہاشم کے ساتھ میری طرح حسن سلوک سے پیش آنا
اور جب امام حسین مملکت کی باگ ڈور لینا پسند فرمائیں ان کے حوالے
کر دینا۔ یہ سلطنت و بادشاہت تو انہیں کے ہی لنگر کریم کا ایک حصہ ہے۔
اگر خدانخواستہ تو نے میری اس وصیت کے خلاف کیا تو روز قیامت میں تجھ
سے بری ہوں گا اور ان کے جد امجد رسول اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی تجھے
نصیب نہ ہوگی ——— اے یزید! ہم اس مقدس گھرانے کے غلام ہیں
کسی حال میں بھی حضرت امام حسین کو ناراض نہ کرنا کیونکہ ان کی ناراضگی خدا اور
رسول کی ناراضگی ہے اور ان سے بغض و عداوت خدا اور رسول سے بغض و
عداوت ہے ——— یزید سن لے! اگر تو امام حسین اور ان کے
اعزہ و اقارب کی تعظیم و تکریم میں کوتاہی کا مرتکب ہوا اور ان کی ناراضگی مول لی
تو میں دنیا و آخرت میں تجھ سے بری ہوں گا اور تیرا حشر مجرمین کے ساتھ ہوگا

اور تو سیدھا دوزخ میں جائے گا ـــــــ یزید بولا، حضور! میں آپ کی ہدایات پر من و عن عمل کروں گا"۔

(نور العین فی مشہد الحسین ص۶/۵ طبع مصر مطبع مصطفیٰ البابی ۱۳۷۴ھ)

حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں یزید میں عیب و نقص دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں ـــــــ فمعاویۃ معذور فیما وقع منہ لیزید لانہ لم یثبت عندہ نقص فیہ ـــــــ (تطہیر الجنان واللسان ص۲۵) ـــــــ یعنی حضرت امیر معاویہ یزید کے ولی عہد بنانے میں معذور تھے کہ انہوں نے یزید میں بچشم خود کوئی عیب نہ دیکھا تھا بلکہ یزید کی طرف سے بعض لوگ امیر معاویہ کے حضور اس کی تعریف کیا کرتے اور یہ خرابی بعد میں پیدا ہوئی اس کی ذمہ داری امیر معاویہ پر نہیں ڈالی جا سکتی۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واصل بحق ہو کر راہی آخرت ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک و ناخنہائے شریفہ اور چادر مقدس کا ایک قطعہ بطور تبرک اپنے ہمراہ لے گئے ـــــــ مگر یزید کی کم بختی کہ حضرت امیر معاویہ کی وفات کے بعد اس کی صحبت غیر اور کیفیت مختلف ہو گئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سے اس کی نظریں پھر گئیں تو خدا و مصطفےٰ جل و علا وصلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے خود محروم ہو گیا ـــــــ امام حسین رضی اللہ عنہ درحقیقت اس کی نظر عنایت کے ہرگز ہرگز محتاج نہ تھے آپ غیورانہ انداز سے دمشق کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ اقامت پذیر ہو گئے ـــــــ پھر جو کچھ ہوا وہ آپ کی شہادت اور یزید کی شقاوت پر منتج ہوا۔

امام ابو اسحاق اسفرائنی

وہ جلیل القدر امام ہیں جنہیں محدثین استاذ کے لقب سے یاد کرتے ہیں نبراس شرح شرح عقائد میں ہے ـــــــ ان الدعاء عندہ یستجاب ھذہ کرامۃ۔ ص۴۵ ـــــــ ان کی قبر کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یہ ان کی کرامت ہے ـــــــ آپ امام کبیر اصولی و فقیہ مناظر تھے

بڑے زاہد و عابد بھی۔ آپ کا نام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم ہے اسفرائن ایک شہر ہے جس کی طرف آپ منسوب ہیں کلام و اصول میں الاستاذ آپ کا ہی عرف ہے۔ امام ابوالحسن اشعری کے شاگرد ہیں روز عاشورہ ۴۱۸ھ نیشاپور میں وفات پائی (نبراس شرح شرح عقائد ص۲۲۹)

اعتراض امیر معاویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ستر جنگیں لڑی ہیں اور ان کی بیعت نہیں کی جبکہ حدیث میں ہے ــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ــــ جو ان سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا۔ جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔ جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا

جواب حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ میں جنگ ضرور ہوئی ہے اور وہ صرف جنگ صفین ہے۔ جنگ جمل میں تو قیادت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تھی مگر جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ کی قیادت تھی۔ ستر جنگیں نہیں ہوئیں۔ حضرت امیر معاویہ کا حضرت علی سے جنگ کرنا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کرنے کی بجائے مقابلہ میں آنا حضرت امیر معاویہ کی خطا اجتہادی ہے۔ صرف قصاصِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کی وجہ سے انھیں طوعاً و کرھاً مقابلہ میں آنا پڑا۔ طلبِ خلافت کے لئے ہرگز نہیں جیسا کہ بعض نام نہاد مصنفین بلا تحقیق رائے قائم کئے ہوئے ہیں بلکہ وہ حضرت علی کو ہی افضل و احق بالامامۃ سمجھتے تھے۔ چنانچہ شرح عقائد شریف میں امام تفتازانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ــــ ملاحظہ ہو ــــ

وَمَا وَقَعَ مِنَ الْمُخَالَفَاتِ وَالْمُحَارَبَاتِ لَمْ يَكُنْ عَنْ نِزَاعٍ فِي خِلَافَتِهٖ بَلْ عَنْ خَطَاءٍ فِي الْاِجْتِهَادِ (شرح عقائد طبع مصر ص۱۳۲)	یعنی حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جو لڑائی جھگڑا ہوا وہ ان کی خلافت میں اختلاف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ خطاء اجتہادی سے تھا۔

حضرت تفتازانی علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد پر استاذ المحققین مولانا عصام الملۃ والدین

ابراہیم بن محمد الاسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ـــــــ

فَاِنَّ الْوَاجِبَ حُسْنُ الظَّنِّ بِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ اِعْتِقَادِ بَرَاءَتِھِمْ عَنْ مُخَالَفَۃِ الْحَقِّ فَاِنَّھُمْ اُسْوَۃُ اَھْلِ الدِّیْنِ وَمَدَارُ مَعْرِفَۃِ الْحَقِّ وَالْیَقِیْنِ (الی ان قال) وَکَانَ نِزَاعُہٗ فِیْ طَلَبِ الْقِصَاصِ لَا فِیْ طَلَبِ الْخِلَافَۃِ (ص۱۴۲)

کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن ظن اور مخالفت حق سے ان کی براءت کا عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ وہ اہل دین کے نمونے اور معرفت حق و یقین کے مدار ہیں ـــــــ اور امیر معاویہ کا جھگڑا طلب قصاص کے لئے تھا طلب خلافت کے لئے نہیں ۔

اقول وما قال انہ ظاھر البطلان لعدم انقیادہ لاحکامہ المقومۃ ایضًا ظاھر البطلان لانہ ان انقاد لاحکامہ لم یبق نزاع بل یکون تقلید او کانا رضی اللہ عنھما فقیھان ومجتھدان والتقلید حرام علی المجتھد بل یجب علیہ العمل باجتھادہ ـــــــ علامہ امام شمس الملۃ والدین المعروف بالخیالی ـــــــ فرماتے ہیں ـــــــ

فَاِنَّ مُعَاوِیَۃَ وَاَحْزَابَہٗ بَغَوْا عَنْ طَاعَتِہٖ مَعَ اعْتِرَافِھِمْ بِاَنَّہٗ اَفْضَلُ اَھْلِ زَمَانِہٖ وَ اَنَّہُ الْاَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ بِشُبْھَۃٍ ھِیَ تَرْکُ الْقِصَاصِ عَنْ قَتَلَۃِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ (خیالی مصری ص۱۴۳)

کہ حضرت معاویہ اور ان کے گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری سے بغاوت کر دی تھی باوجودیکہ انہیں اعتراف تھا کہ آپ ہی افضل اہل زمان اور خلافت کے زیادہ حقدار ہیں ایک شبہ (دلیل شرعی) کی وجہ سے (بغاوت کر دی تھی) وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے ترک قصاص ہے ۔

اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ حضرت علی کو ہی اس وقت سب سے افضل اور

خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے لیکن چونکہ حضرت علی حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص نہیں لے رہے تھے اس لئے وہ ان کی اطاعت سے انکاری ہوئے انہیں خلافت مطلوب نہ تھی۔ بلکہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی صاحب نبراس تو فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بھی عملاً تسلیم کرتے تھے ـــــ بل کان المحاربون یسلمون خلافتہ ـــــ (نبراس ص۵۰۴) ـــــ

واقعہ جمل و صفین

حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد از شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ چُن لئے گئے تو صحابہ کی ایک جماعت نے ان سے مطالبہ کیا کہ قاتلین عثمان سے فوراً قصاص لیں قاتلین عثمان کی تعداد چار ہزار تھی پھر یہ لوگ حضرت علی کی بیعت ہو گئے یہ اپنے ہمنواؤں کی تعداد میں اضافہ کر کے بیس ہزار تک پہنچ گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ ان سے ضرور قصاص لیا جائے گا مگر خلافت کا معاملہ مستحکم ہو جائے مگر حضرت عائشہ صدیقہ ناراض ہو گئیں کہ قصاص میں لیت و لعل کیا جا رہا ہے حضرت طلحہ و زبیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت ہونے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ کے ہمراہ ہو گئے اور بصرہ کو روانہ ہو پڑے۔ حضرت علی کو معلوم ہوا تو آپ حضرت ام المؤمنین کے پیچھے روانہ ہو چلے تاکہ آپ کو سمجھا بجھا کر واپس لے آئیں۔ راستہ میں ملاقات ہو گئی۔ ام المؤمنین اپنے موقف پر قائم رہیں حتیٰ کہ فریقین میں جنگ چھڑ گئی۔ حضرت طلحہ و زبیر جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور اس موقف میں ام المؤمنین کے ہمراہ حضرت علی کے خلاف تھے اسی جنگ میں شہید ہو گئے حضرت ام المؤمنین اونٹ پر سوار تھیں اور ایک جماعت آپ کی تعظیم و تکریم کے لئے اونٹ کی حفاظت کر رہی تھی اونٹ سے الگ نہ ہوتی تھی تاکہ حرم نبوی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اس لئے اس جنگ کا نام جنگ جمل رکھا گیا کہ جَمَل عربی میں اونٹ کو کہتے ہیں اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ غالب رہے۔ ام المؤمنین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں آخر وقت مصالحت ہو گئی اور محمد بن ابی بکر ام المؤمنین کے بھائی آپ کو واپس مدینہ لے آئے۔ پھر حضرت امیر معاویہ نے مطالبہ

قصاص جاری رکھا کہ حضرت عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے ساحل فرات پر صفین کے محل میں جنگ ہو گئی یہ جنگ ایک عرصہ تک رہی بعد میں مصالحت ہو گئی۔

الغرض چونکہ یہ ایک شرعی مسئلہ تھا اس بنا پر جنگ ہوئی حضرت علی سے نہ کسی کو بغض تھا نہ عداوت اور حدیث میں جس جنگ کو حضور نے اپنے ساتھ جنگ قرار دیا ہے وہی جنگ ہے جو کسی شرعی وجہ سے نہ ہو بلکہ بغض و عداوت اور ذاتیات کے طور پر ہو جیسے خارجیوں کو ان سے بغض و عداوت تھی جو کچھ تو حضرت علی کے گروہ میں اور کچھ حضرت امیر معاویہ کے گروہ میں شامل ہو کر فتنہ گری کر رہے تھے یہی باغی گروہ ہے ——

چنانچہ امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ——

وَاَعْدَائُهُمُ الْخَوَارِجُ وَنَحْوُهُمْ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ لَامُعَاوِيَةُ وَنَحْوُهُ مِنَ الصَّحَابَةِ لِاَنَّهُمْ مُتَاَوِّلُوْنَ فَلَهُمْ اَجْرٌ وَلَهُ هُوَ وَشِيْعَتِهِ اَجْرَانِ رضی اللہ عنہم

(الصواعق المحرقہ ص۲۲ طبع مصر)

یعنی حضرت علی اور آپ کے ساتھیوں کے دشمن تو اہل شام سے خوارج ایسے لوگ تھے حضرت امیر معاویہ اور ان ایسے صحابہ ان کے دشمن نہ تھے کیونکہ انہیں تو دلیل شرعی مجبور کر رہی تھی تو ان کے لئے ایک ثواب تھا اور حضرت علی اور ان کے ساتھیوں کیلئے دو ثواب

حضرت امیر معاویہ مجتہد تھے اور ان کی خطا اجتہادی تھی!

اس سلسلے میں صحیح بخاری شریف کی حدیث ہی حجت کو کافی ہے۔ ملاحظہ ہو ——

قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، مُعَاوِيَةَ فَاِنَّهُ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهُ فَقِيْهٌ (ج ۱ ص ۵۳۱)

حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ امیر المومنین معاویہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے وہ تو ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں فرمایا وہ درست کرتے ہیں کہ وہ مجتہد ہیں۔

فقیہہ کے معنٰی عارف بالفقہ مع الدلائل کے ہیں جسے دوسرے لفظوں میں مجتہد کہتے ہیں
چنانچہ اس کی شرح میں امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں

و انّہٗ عارفٌ بالفقہ یعنی یعرف ابواب الفقہ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۲۸/۲۲۹)	کہ حضرت امیر معاویہ فقہ کے ماہر ہیں یعنی مجتہد ہیں۔ (اور مجتہد پر اعتراض و انکار درست نہیں ہوتا)

اعتراض حضرت امیر معاویہ نے حضرت امام حسن کو زہر دلوائی اور ان کی وفات کی خبر پر مسرت و خوشی کا اظہار کیا۔

جواب اس کے جواب میں لعنۃ علی الکاذبین سے بہتر کوئی جملہ نہیں کہا جاسکتا۔ تاریخ کی بعض کتابوں میں اگر کوئی ایسی بات ہے تو وہ مخالفین امیر معاویہ کی افترا پردازی کے سوا کچھ نہیں۔

اعتراض حضرت امیر معاویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ علی کو گالیاں دو مگر انہوں نے ان کا کہا نہ مانا۔

جواب یہ غلط ہے کہ انہوں نے حضرت سعد سے گالی دینے کا امر فرمایا ہو۔ بلکہ صحیح مسلم شریف میں اس طرح ہے ——

امر معاویۃ بن ابی سفیان سعدا فقال ما منعک ان تسب ابا التراب فقال الخ (ج ۲ ص ۲۷۸)	یعنی حضرت امیر معاویہ نے حضرت سعد کو امر کیا کہ تم ابو تراب کو برا کیوں نہیں کہتے تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کے تین فضائل مانع ہیں الخ

یہاں امر کا لفظ ما استفہامیہ کے ساتھ ہے جس کے معنی دریافت کرنے کے ہیں۔
چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں ——

فقول معٰویۃ ھذا لیس	تو حضرت امیر معاویہ کا یہ کہنا اس

فيه تصريح بانه امر سعد السبه وانما ساله عن السبب المانع له من السب كانه يقول هل امتنعت منه تورعًا او خوفا اوغير ذلك فان كان تورعا واجلالا له عن السب فانت مصيبت ومحسن وان كان غير ذلك فله جواب آخر ولعل سعدا كان فى طائفة يسبون فلم يسب معهم الخ

(شرح نووی ج ۲ ص ۲۷۸)

بات کی تصریح نہیں کہ انہوں نے سعد کو سب و شتم کرنے کا امر کیا ہو بات تو یہ ہے کہ انہوں نے ان سے وہ سبب دریافت کیا جو مانع من السب تھا گویا وہ کہنا چاہتے تھے کہ تم اگر تورع و تقویٰ اور شان علی کی بنا پر انہیں برا نہیں کہتے تو تم درست کرتے ہو اگر کوئی اور مانع ہے تو اس کا جواب اور ہو گا اور شاید سعد ایسے گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو حضرت علی کی شان میں نازیبا باتیں کرتا تو سعد ان کا ساتھ نہ دیتے۔ (امام نووی نے مزید توجیہات بھی فرمائی ہیں)

اعتراض حضرت امیر معاویہ فتح مکہ کے روز ایمان لائے اور ان کا ایمان کمزور تھا کیونکہ وہ مولفۃ القلوب میں شمار کیے جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مالی امداد دیتے تاکہ وہ اسلام سے نہ پھر جائیں۔

جواب صحیح بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے موقع پر فتح مکہ سے پیشتر داخل اسلام ہو چکے تھے مگر آپ نے اسلام کو اپنے ماں باپ سے مخفی رکھا اور فتح مکہ کے روز ظاہر کیا۔ لہٰذا اس عمرہ کے موقع پر کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے ایک سال بعد اور فتح مکہ سے ایک سال قبل ادا کیا آپ مسلمان تھے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے امام احمد نے امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ام عمرہ میں مروہ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زلفیں میں نے تراشی

تھیں ـــــ كما فی التطہیر لابن حجر المکی ـــــ جیساکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے بھی فتح مکہ تک اپنے اسلام کو پردۂ خفا میں رکھا۔ اور یہ عذر کی بنا پر تھا۔ اور رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ کو مالی امداد دینا ان کے مؤلفۃ القلوب سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا جیساکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بحرین کے غنائم سے اتنا مالی امداد دینا کہ جسے وہ تنہا اٹھا بھی نہ سکتے تھے ان کے مؤلفۃ القلوب سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

اعتراض حضرت نبی اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کے لئے حکومت کی پیشگوئی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ ظالم حکومت ہوگی، جیساکہ حدیث مدۃ خلافت میں وارد ہے ـــــ لہٰذا امیر معاویہ کی حکومت کا ظالم ہونا لازم آتا ہے۔

جواب بنی امیہ کی حکومت کو ظالم فرمانا تغلیبی طور پر ہے کلی طور پر نہیں کہ منطقی لحاظ سے قضیہ مہملہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے کلیہ کے نہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز کی حکومت بھی تو بنی امیہ کی حکومت سے تھی اسے کون ظالم حکومت کہے گا ؟ ـــــ نیز حضرت امیر معاویہ کے بارے میں حدیث میں ہے کہ ان کی حکومت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی ـــــ تو اگر وہ ظالم حکومت تھی تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کے حق میں دعا فرمائی ـــــ نیز ایک حدیث میں تو حضرت امیر معاویہ کی حکومت کے لئے رحمت کا لفظ بھی وارد ہوا ہے ـــــ ملاحظہ ہو ـــــ چنانچہ امام طبرانی اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اول هذا الامر نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا ورحمة الخ (تطہیر الجنان صـ۱۶)	یعنی اس دین کا آغاز نبوت و رحمت ہے پھر خلافت (راشدہ) و رحمت ہے۔ پھر بادشاہت و رحمت ہوگی الخ۔

یہ ملک و رحمت حضرت امیر معاویہ کی بادشاہت کو فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا — معلوم ہوا کہ معترض کی مروی حدیث کا حکم دورِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہرگز شامل نہیں ہے۔

اعتراض و جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کو کئی بار بلوایا وہ کھانا کھاتے رہے۔ آپ نے بددعا دی کہ اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے؟ —

جواب یہ ہے — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتقاضائے بشریت اور بھی کئی حضرات صحابہ کو ایسے سخت لفظ کہے اور بددعا فرمائی ہے — مثلاً ثکلتک امک، ویحک، تربت یداک — اور — علی رغم فلان — یا — رغم انفک ہے جس سے مقصد بددعا نہیں بلکہ اظہارِ تلخیِ محبوبانہ ہے — یہ بھی بارگاہِ اقدس سے درحقیقت رحمت و برکت کا تحفہ ہے — حدیث میں ہے — اللہ تعالیٰ سے آپ نے دعا فرمائی۔ کہ یا اللہ میں بتقاضائے بشریت جس امتی کے بارے میں کوئی سخت لفظ کہہ دوں یا بددعا فرماؤں اسے اس کے حق میں رحمت سے بدل دینا — ملاحظہ ہو حدیث صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۳

لہٰذا — یہ سخت الفاظ حضرت کی دعا سے امیر معاویہ کے حق میں باعث رحمت و مغفرت ہوں گے۔

اعتراض حضرت عمار بن یاسر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا اور اسے حضرت امیر معاویہ کے گروہ نے قتل کیا۔

جواب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس باغی گروہ سے خارجیوں کا گروہ مراد ہے اور اس قسم کے لوگ دونوں طرف سے تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں شک نہیں کہ خلیفہ برحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلے میں تھے مگر وہ ایک شرعی شبہ کی وجہ سے مقابلے میں تھے اور یہ مقابلہ احتجاجاً تھا نہ کہ عناداً جبکہ آپ کے گروہ کے بعض لوگ یعنی خارجی احتجاجاً نہیں عناداً لڑ رہے تھے جبکہ امیر معاویہ جنتی تھے اور جو صحابہ اس اشتباہ

کی وجہ سے آپ کا ساتھ دے رہے تھے جیسے حضرت زبیر و طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے وہ بھی قطعاً جنتی تھے ــــــ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے یوں بھی فرمایا تھا کہ ــــــ تدعوھم الی الجنۃ ویدعونک الی النار ــــــ کہ تم انھیں جنت کی طرف اور وہ تمہیں دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہوں گے ــــــ حضرت طلحہ و زبیر بھی تو حضرت امیر معاویہ کی طرف تھے جو قطعاً جنتی تھے اور اسی باغی گروہ کی طرف تھے ــــــ تو جنتی دوزخ کی دعوت کیسے دے سکتا ہے۔ دوزخی ہی دوزخ کی دعوت دے سکتا ہے ــــــ تو معلوم ہوا کہ اس گروہ میں سے جو دوزخی لوگ تھے وہی حضرت عمار کے قاتل تھے جو صحیح معنوں میں باغی تھے اور وہ خارجی تھے ــــــ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو مجتہد اور معذور ہونے کی وجہ سے ایک ثواب کے مستحق تھے اور وہ بھی جو ان کے ہمراہ اشتباہ کی بنا پر لڑ رہے تھے ــــــ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے بعض لوگ دوزخی تھے اور وہ خارجی تھے ــــــ چنانچہ مستدرک شریف میں ہے ــــــ ابن جرموز جو حضرت علی کے گروہ میں تھا اور آپ کی حمایت میں حضرت امیر معاویہ کے ہمراہی زبیر بن عوام کا سر کاٹ کر لایا اور حضرت علی کی خوشنودی کو آپ کی خدمت میں زبیر کا سر پیش کیا۔ مگر آپ نے رضا و خوشنودی کا اظہار کرنے کی بجائے اس سے فرمایا کہ تو دوزخی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری زبیر کا سر قلم کیا ہے ــــــ (ملاحظہ ہو مستدرک ج ۲ صہ ۳۶۷)

اگرچہ صورۃً حضرت امیر معاویہ پر باغی کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر چونکہ ان کی نیت صحیح تھی اور دلیل شرعی رکھتے تھے۔ اس لئے وہ باغی الخیر قرار پائیں گے اور قاتل عمار بن یاسر جو خارجی تھے نیت صحیح نہ رکھتے تھے تو وہ باغی الشر قرار پائیں گے اور ایسے لوگ ہی داعی نار ہو سکتے ہیں جیسے حدیث میں باغی خیر و باغی شر ارشاد ہوا ہے۔

اعتراض | حضرت امیر معاویہ کی خطا کو بعض علماء اہلسنت نے خطاء اجتہادی نہیں خطاء منکر قرار دیا ہے اور خطاء منکر کا مرتکب فاسق ہے۔

جواب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث صحیح بخاری میں بیان فرمایا اور ابن عباس کی یہ شہادت حضرت علی ہی کے گروہ کے ایک فرد عظیم کی شہادت ہے جو اس جنگ میں حضرت علی کا ساتھ دیے رہے تھے۔ صحابہ کرام انبیاء نہ تھے اور نہ فرشتے کہ معصوم ہوں۔ان میں سے کچھ حضرات سے لغزشیں ہوئیں اور باایں ہمہ اللہ تعالےٰ نے ان سے درگذر کر کے اپنی رضا کا اعلان اور ان سے جنت کا وعدہ فرمالیا —— وکلا وعد اللہ الحسنی ——

خطا اجتہادی کی قسمیں

خطا کی دو قسمیں ہیں ۱۔ خطا عنادی: یہ مجتہد کی شان نہیں ۲۔ خطا اجتہادی، یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور عند اللہ اس سے کوئی مؤاخذہ نہیں —— پھر خطا اجتہادی دو قسم ہے: ۱۔ خطائے اجتہادی مقرر کہ اس کے مرتکب کا دنیا میں بھی کوئی مواخذہ نہیں۔یہ وہ خطا ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ برپا نہ ہو جیسے ہمارے نزدیک امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا خطاء اجتہادی مقرر ہے ——

۲۔ خطائے اجتہادی منکر: یہ وہ خطا ہے جس سے مرتکب کا دنیا میں مؤاخذہ ہوگا اور اسے پنپنے نہ دیا جائے گا۔یہ وہ خطا ہے جس سے دین میں فتنہ اٹھتا ہے —— حضرت امیر معاویہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختلاف اسی قسم کی خطا کہلاتا ہے۔یعنی خطاء اجتہادی منکر اس لئے حضرت علی ان کا مواخذہ کرتے اور اس خطاء کے ارتکاب پر جنگ تک کے ذریعے سے انہیں باز رکھنے کی کوشش فرماتے کما قال حکیم الامۃ سیدی ابوالعلا محمد امجد علی الاعظمی الرضوی فی کتابہ الشریف الموسوم ببہار شریعت المجلد الاول

امیر معاویہ اوّل ملوک اسلام ہیں تورات مقدس میں اسی طرف اشارہ ہے ——

مولدہ بمکۃ ومہاجرہ بطیبۃ وملکہ بالشام —— (دارمی شریف ص۳) ——

کہ نبی آخر الزمان مکہ میں پیدا ہوں گے مدینہ کو ہجرت کریں گے اور ان کی سلطنت شام میں ہوگی تو امیر معاویہ کی بادشاہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت قرار پاتی ہے۔

سیدنا امام حسن نے عین میدان میں اپنی جاں نثار بہادر فوج کے ہمراہ ارادۃً واختیاراً ہتھیار رکھدیے اور خلافت امیر معاویہ کے سپرد فرمادی اور مع امام حسین الخ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس صلح کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی دی اور اسے امام حسن کے محامد میں سے شمار کیا تھا ——— ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین (بخاری ج ۱ ص ۵۳) ——— میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باعث اسلام کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا ——— تو امیر معاویہ پر فسق کا طعن کرنے والا درحقیقت امام حسن پر طعن کرتا ہے کہ انہوں نے ایک فاسق کو خلافت اسلامیہ سپرد کردی بلکہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے کہ انہوں نے اسے امام حسن کے محامد میں شمار فرمایا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ پر طعن ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیش گوئی القاء فرمائی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) غرضیکہ اجتہادی خطاء میں فسق کا فتویٰ بجائے خود فسق ہے۔

فسق سے برأت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس غلطئ اجتہادی منکر پر فاسق قرار دینے والا یا تو رافضی ہے یا کم بخت خارجی جو سنیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ وہ ذاتِ اقدس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سراپا عدل وخیر ہیں اور فسق کی نسبت سے پاک ——— حضرت علامہ فہامہ اہلسنت کے امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ———

والمخطی فی الاجتھاد لا یضلل ولا یفسق علی ما علیہ الاعتماد	کہ اجتہادی خطاء کے مرتکب کی بنا پر مذہب معتمد تضلیل وتفسیق نہ کی جائے گی۔

(شرح فقہ اکبر طبع مصر ص ۶۵)

اعتراض فاسق نہیں تو کم از کم باغی کہہ سکتے ہیں ——— کہ ان کے گروہ پر باغی کا اطلاق آیا ہے۔

جواب گروہ پر حکم لگنے سے تا فرد گروہ پر حکم لازم نہیں آتا کیونکہ گروہ میں تو

مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں جیسے یزید قسطنطنیہ کی جنگ کے گروہ کی قیادت کر رہا تھا۔ مگر خود مغفور لہم کے حکم سے خارج تھا، جیسا کہ عنقریب ہم مدلل عرض کریں گے —— یوں ہی حضرت امیر معاویہ کے گروہ میں عناداً اڑنے والے قاتلین عمار خارجیوں پر فئہ باغیہ کے اطلاق سے حضرت امیر معاویہ پر اس کا اطلاق ضروری نہیں۔ اطلاق، اطلاق میں فرق ہوتا ہے۔ جن علماء نے حضرت امیر معاویہ پر باغی کے لفظ کا اطلاق کیا ہے وہ صورت شرعیہ کے طور پر ہے جبکہ اب اس لفظ کا اطلاق صورت شرعیہ سے ہٹ کر ایک غلط اور فاسد معنوں میں معروف ہو چکا ہے اس لئے اب ان پر اس کا اطلاق سوء ادبی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں جنگ بدر کے صحابہ پر وانتم اذلہ (ذلیل) کا اطلاق اپنے لغوی مفہوم پر ہوا ہے اب ہمارے عرف میں ذلیل کا لفظ قبیح مفہوم رکھتا ہے اس لئے اس کا اطلاق کسی شریف پر جائز نہیں۔ چنانچہ امام اہلسنت حکیم الامۃ مولانا مفتی ابوالعلا محمد امجد علی صاحب قبلہ اعظمی رضوی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب مبارک شریعت کی بہار موسوم بہ نام بہار شریعت میں فرماتے ہیں ——

> عرف شرع میں بغاوت مطلقاً مقابلہ امام برحق کو کہتے ہیں عناداً ہو یا اجتہاداً ان حضرات (رجوع کرنے والوں) پر بوجہ رجوع اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا گروہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حسب اصطلاح شرع اطلاق فئہ باغیہ آیا ہے مگر اب کہ باغی بمعنی مفسد و معاند و سرکش ہو گیا اور دشنام (گالی) سمجھا جاتا ہے اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔ (بہار شریعت ج ۱ ص ۶۱/۶۲)

امام بدر الملۃ والدین کی تنبیہ امام علامہ بدر الملۃ والدین ابو محمد محمود بن احمد المعروف امام عینی متوفی ۸۵۵ھ شارح بخاری کی تنبیہ بھی ملاحظہ فرمایئے ——

والحق الذی علیہ اھل السنۃ الامساک عما شجر بین الصحابۃ و	اور وہ حق جس پر اہلسنت ہیں صحابہ کے آپس کے جھگڑوں سے زبان روکنا اور

حسن الظن بهم والتاویل لهم وانهم مجتہدون متاولون لم یقصدوا معصیة ولا محض الدنیا فمنهم المخطئ فی اجتہادہ والمصیب و قد رفع اللہ الحرج عن المجتہد المخطئ فی الفروع وضعف اجر المصیب

(عمدۃ القاری شرح بخاری)
ج ا ص ۲۱۲

ان کے بارے میں حسن ظن اور ان کے لئے تاویل کرنا ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ مجتہد تھے ان کے پاس دلائل شرعیہ تھے انہوں نے معصیت اور دنیا کا قصد نہیں کیا تھا کچھ ان میں سے اجتہاد میں خطا کرنے والے ہیں اور کچھ حق پر ہیں اور فروعات میں اللہ تعالیٰ نے خطا کرنے والے مجتہد سے تنگی اٹھالی (بلکہ ایک ثواب بھی دیا) ہے اور حق پانے والے کے ثواب کو دوگنا کر دیا۔

امام طبری کا مذہب

اس سلسلے میں مخالفین زیادہ تر مواد تاریخ طبری سے لیتے ہیں جنہوں نے اپنی تاریخ طبری میں ہر طرح کی رطب ویابس باتیں جمع کردی ہیں مخالفین کے لئے اتنا کافی ہے کہ خود طبری کو اپنی ان روایات پر بھروسہ نہ تھا انہوں نے سند کے ساتھ ہر واقعہ کو نقل کیا سند کے راویوں کی چھان بین کرکے ہر واقعہ کی حیثیت متعین کی جاسکتی ہے۔ اس کے باوجود امام طبری نے جو اپنے لئے رائے قائم کی ہے وہ جمہور اہلسنت سے بھی سخت ہے۔ جمہور اہلسنت تو دونوں فریقوں میں حضرت علی کو حق پر اور حضرت معاویہ کو خطا پر تصور کرتے ہیں مگر امام طبری یہ فیصلہ بھی نہیں کر پائے کہ ان میں سے کون حق پر تھا اور کون خطا پر ـــــ چنانچہ امام عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں ـــــ وتوقف الطبریؒ وغیرہ فی تعیین المحق منهم (ج ا ص ۲۱۲) ـــــ یعنی امام طبری وغیرہ نے اس بات میں خاموشی اختیار کی ہے کہ ان حضرات میں کون حق پر تھا ـــــ جو حضرات محض تاریخ طبری کے رطب ویابس واقعات پر حضرت امیر معاویہ پر جرح وطعن کرتے ہیں وہ یہاں سے عبرت حاصل فرمائیں، کہ خود

صاحب تاریخ بھی سب کچھ لکھنے کے بعد خاموشی میں بہتری دیکھتا ہے تو دوسروں کو کہاں مناسب ہے کہ وہ اس کی تاریخ کو دلیل بنا کر زبان طعن دراز کریں۔

فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر عام اور مشہور اعتراضات کسی حد تک ذکر کر کے جوابات پیش کر دیئے ہیں امید یہ اس قدر کافی ثابت ہوگا۔ اگر ضرورت ہوئی تو دوسرے ایڈیشن میں انشاء اللہ مزید عرض کریں گے۔ اب حضرت امیر کے فضائل احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امیر معاویہ ایک فقیہ کی حیثیت سے

حدیث نمبر۱ : بخاری شریف کی وہ حدیث صحیح ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے اس میں سب سے بڑا اعزاز صحابیت کا اعزاز ہے چنانچہ فرماتے ہیں اِنَّہٗ صَحِبَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ——— یعنی حضرت امیر معاویہ کے بارے میں زبان انکار نہ کھولو کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کریمہ کے فیضیاب ہیں ——— یہ وہ اعزاز و اکرام ہے کہ جہان بھر کی دولت اس پر نثار کی جا سکتی ہے ایک مسلمان کے لئے ان کی شان و عظمت میں اتنی سی بات بہت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں یہی سب سے بڑی منقبت اور یہی سب سے بڑی عظمت ہے جو انہیں حاصل ہے۔

حدیث نمبر۲ : ——— یہی منقبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے اِنَّہٗ فقیہ کہ حضرت معاویہ تو فقیہ ہیں رواہ البخاری فی مناقب معاویۃ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس کہ اجلۂ اہلبیت اور اتباع حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں جو حضرت امیر معاویہ کے فقیہ ہونے کی شہادت دے رہے ہیں اور فقیہ علی الاطلاق جلیل تر مرتبہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں بھی فقہ

کی دُعا فرمائی ---- اللھم فقھہ فی الدین ---- اور حدیث صحیح میں ہے ----
من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ---- کہ جس بندے سے خدا
بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقاہت عطا کرتا ہے یعنی اسے فقیہہ بنا دیتا ہے
---- جب ان کا فقیہہ ہونا ثابت ہوا تو معلوم ہو کہ امت کا اجماع ہے کہ صحابہ اور سلف صالحین
اور ان کے بعد کے قرون میں فقیہہ مجتہد مطلق کو کہتے ہیں ---- ملاحظہ ہو ----

فقد اجتمعت الامة اھل الاصول والفروع علی ان الفقیہ فی عرف الصحابة والسلف الصالح و قرون آخرین بعدھم ھو المجتھد المطلق وانہ یجب علیہ ان یعمل باجتھاد نفسہ ولا یجوز لہ ان یقلد غیرہ فی حکم من الاحکام	یعنی امت کے اہل اصول و فروع کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ اور سلف صالح اور ان کے بعد کے قرون میں فقیہہ مجتہد مطلق کو کہتے ہیں اور یہ کہ اس پر اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ضروری ہے اسے احکام میں سے کسی حکم میں دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں۔

(تطہیر الجنان امام ابن حجر صا۲)

صحیح بخاری میں ترجمان القرآن کی زبان درفشاں سے سیدنا معاویہ کا فقیہہ ہونا ثابت
پھر فقیہہ مجتہد مطلق ہوا اور مجتہد مطلق پر دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں بلکہ اس پر اپنے اجتہاد
پر عمل کرنا واجب ہے اگرچہ اجتہاد میں خطاء کا مرتکب ہو۔ لہذا حضرت معاویہ مجتہد مطلق
ہونے کی وجہ سے حضرت علی کی تقلید نہیں کر سکتے تھے۔

۳---- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت معاویہ کیلئے حکومت کی دُعا	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے لئے حکومت کی دُعا فرمائی تھی چنانچہ امام بزار و امام احمد بن حنبل و امام

طبرانی و ابن سعد و امام قاضی عیاض اپنی اپنی اسناد سے روایت کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت معاویہ کے حق میں دُعا فرمائی ــــــ

اللھم علمہ الکتاب و الحساب ومکن لہ فی البلاد وقہ سوء العذاب	خداوندا۔ امیر معاویہ کو قرآن اور حساب کی تعلیم دے اور اسے زمین کی بادشاہی عطا فرما اور اسے سوء عذاب سے بچا۔

(تطہیر الجنان ص۱۶) (شرح شفاء للقاری ج ۱ ص ۶۶)

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں ــــ ودعا لمعاویۃ بالتمکین فنال الخلافۃ (شفاء شریف ج ۱ ص ۲۱۵) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لئے سلطنت کی دعا فرمائی تو وہ خلیفہ ہو گئے ــــ اسی میں آگے فرماتے ہیں ــ واخبر بملک بنی امیۃ وولایۃ معاویۃ ووصاہ (ج ۱ ص ۲۲۳) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو امیہ کی بادشاہت اور معاویہ کی حکومت کی پیشگوئی دی اور اسے وصیت فرمائی

امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں ــــ صار خلیفۃ وسلطانا مالکا للبلاد بدعائہ صلی اللہ علیہ وسلم (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۲۶) ــــ یعنی امیر معاویہ حضور کی دُعا سے ہی خلیفہ و بادشاہ اور مالک بلاد ہوئے۔

۴ ــ دُعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ پر کوئی غالب نہ آئے گا !	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے حق میں دُعا فرمائی کہ وہ ہرگز مغلوب نہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت محدث اعظم

محقق اعلم مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفاء میں حدیث نقل فرماتے ہیں ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ــــ

"لن یغلب معاویۃ" وقد بلغ علیا ھذہ الروایۃ فقال لو علمت لما	"معاویہ ہرگز مغلوب نہ ہوگا" اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حدیث پہنچی تو فرمایا اگر یہ حدیث پہلے میرے علم میں

حاربتہ۔ | آجاتی تو میں معاویہ سے زلڑتا۔

(شرح شفاء ج ۱ صت ۴۹)

امام ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں اس حدیث کا پس منظر یوں بتایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک یہودی پہلوان آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا میرے ساتھ کشتی کیجئے۔ قبل ازیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے کوئی جواب دیتے حضرت امیر معاویہ فوراً بولے کہ اے یہودی میں حضور کا غلام ہوں اور میری موجودگی میں تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی کرنے کی اجازت نہیں پہلے میرے ساتھ کشتی کرو اگر میں مغلوب ہوا تو پھر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کشتی کا چیلنج کرنا، یہودی پہلوان نے بات مان لی اور کشتی شروع ہو گئی حضرت امیر معاویہ نے ایک ہی داؤ سے اسے زمین پر پٹخ دیا اور اسے زبردست شکست دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر حضرت امیر سے فرمایا —— اے معاویہ! اب کے بعد کوئی طاقت تجھے زیر نہ کر سکے گی۔

۵ —— کاتب وحی

آپ کے فضائل سے عظیم فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ کاتب وحی ہیں چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ حضرت امیر معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کتابت کے فرائض انجام دیا کرتے (التطہیر صنا)۔ امام ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین سے حسین الکتابۃ فصیح وحلیم اور صاحب وقار تھے —— بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی خطوط لکھتے تھے نہ کہ وحی —— یہ صحیح نہیں بلکہ آپ وحی اور خطوط دونوں کے کاتب تھے۔ چنانچہ —— امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں ——

من وحی وغیرہ —— (تطہیر الجنان صنا)

۶ —— خال المؤمنین

امام قاضی عیاض نے نقل فرمایا ہے کہ ایک شخص نے معافی بن عمران سے کہا کہ عمر بن عبد العزیز اور امیر معاویہ میں سے کون افضل ہے؟

امام معافی بن عمران شدید ناراض ہوئے اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کسی غیر کو مت قیاس کریں۔ معاویہ تو حضور کے صحابی اور سالے (مسلمانوں کے ماموں) اور آپ کے کاتب۔ اور خدا کی وحی کے امین ہیں۔

۷۔ حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار

حضرت امام زاہد عارف عبداللہ بن مبارک شاگرد رشید امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما سے کسی نے سوال کیا کہ عمر بن عبدالعزیز اور حضرت معاویہ میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس گھوڑے پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے اس کے ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے ہزار بار افضل ہے۔

۸۔ حضرت معاویہ جنتی۔ شیر خدا کا پیغام۔

معتبر سند سے مروی ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ اریحا کی مسجد میں دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے پھر بیدار ہوئے تو دیکھا کہ آپ کی طرف ایک شیر آرہا ہے۔ آپ نے ہتھیار اٹھایا۔ شیر بولا، ٹھہریئے، میں ایک پیغام لایا ہوں (گویا یہ شیر کی شکل میں فرشتہ تھا)۔ آپ نے سوال کیا کہ تجھے کس نے بھیجا؟ اس نے کہا — مجھے آپ کی طرف اللہ نے بھیجا ہے کہ آپ حضرت معاویہ کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ جنتی ہیں — میں نے پوچھا کون سے معاویہ — کہا ابن ابی سفیان —
اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے۔

(تطہیر الجنان ص۱۲)

۹۔ بردبار اور سخی

امام حافظ حارث ابن اسامہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا —

معاویۃ بن ابی سفیان	کہ معاویہ بن ابی سفیان میری امت

حلم امتی واجودها	میں سب سے زیادہ بردبار اور سخی ہیں۔

(تطہیر الجنان ص ۱۲)

۱۰۔ رازدار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم	امام محب الدین طبری اپنی مشہور کتاب ریاض النضرہ میں حدیث روایت فرماتے

ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرہ مبشرہ صحابہ کی تعریفیں فرمائیں پھر فرمایا:

وصاحب سری معاویۃ بن ابی سفیان فمن احبہم فقد نجا ومن ابغضہم فقد ھلک (التطہیر ص ۱۳)	کہ میرے رازدار معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔ تو جس نے ان سے محبت کی وہ نجات پاگیا اور جس نے ان سے بغض رکھا ہلاک ہو گیا۔

۱۱۔ ہادی ومہدی	امام ترمذی نے حدیث روایت فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے حق میں دعا فرمائی

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَمَھْدِیًا وَاھْدِبِہِ النَّاسَ (ترمذی)	کہ اے اللہ! معاویہ ہادی ومہدی مہدی اور اسکو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔

حرف آخر

ان گیارہ روایتوں پر اکتفا کرتے ہوئے کتاب ختم کرتا ہوں، اللہ تعالےٰ نے چاہا تو طالبین ہدایت اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور ان کے اوہام کا ازالہ ہو گا۔ جو حضرات اس کا مطالعہ فرمائیں کہیں قابل اصلاح بات پائیں تو اس خادم کو مطلع فرما کر دعا واجر حاصل فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ اس کتاب کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبول کو پہنچا کر اس سراپا معصیت کے گناہوں کا کفارہ

فرمائے۔ اور علم و عمل صالح میں ترقی دے۔ مسلک اہلسنت کی تبلیغ کی مزید توفیق بخشے۔ اور روزِ قیامت، سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دامن مقدس سے وابستہ لوگوں میں اٹھائے

آمین۔

وھذا الدعا لابوی ولا ولادی ولاساتذتی ولمشائخی لاجابی

آمین۔

فقط محمد

الشمیر بہ غلام سرور قادری

ایم۔ اے اسلامک لاء
متخصص فقہ و قانون اسلامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل و مناقب اہلبیت رضی اللہ عنہم

وَ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (قرآن حکیم)

اور اللہ یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اہلبیت کی قسمیں اہلبیت کی تین قسمیں ہیں ۱۔ اہلبیت سکنی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں جو سکونت و گھر میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے آپ کے اہلبیت ہیں جن کے بارے میں آیت مندرجہ بالا نازل ہوئی۔ لہٰذا نص قرآن کی رو سے ازواج مطہرات کا اہلبیت ہونا اظہر من الشمس ہوا۔

سوال ازواج مطہرات اہلبیت نہیں کیونکہ وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہوتیں اور اس کی وجہ یہ ہے آیت تطہیر سے قبل ان کے لیے مؤنث کے صیغے استعمال ہوئے ہیں جبکہ آیت تطہیر میں عنکم اور یطہرکم کی ضمیریں مذکر کے لیے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا ھٰؤلاء اھل بیتی کہ میرے اہلبیت یہی ہیں۔

جواب ازواج مطہرات یقیناً اہلبیت ہیں اور وہ آیت تطہیر کا مصداق اولین ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج کرنا تشیع اور جہالت ہے۔ رہی عنکم اور یطہرکم کی جمع مذکر کی ضمیر تو وہ لفظ اہل کی وجہ سے ہے۔ محاورۂ عرب

میں "اہل" کے لفظ کے لیے جمع مذکر کی ضمیریں استعمال ہوتی ہیں اگرچہ اس کی مصداق عورتیں ہوں چنانچہ قرآن مجید کی ایک جگہ یہ حقیقت قابل مشاہدہ ہے۔ ہم ان شواہد قرآنیہ میں سے صرف ایک شاہد کے پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی چنگاری لے آؤں۔	اِذْ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّيْ آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّيْ آتِيْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ (طٰہٰ)

لہٰذا حسب محاورہ عرب یہاں بھی ازواج مطہرات کے لیے لفظ اہل کے اعتبار سے جمع مذکر کا صیغہ لایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس آیت کا مابعد بھی ازواج مطہرات کے حق میں ہے لہٰذا بہر صورت آیت تطہیر کی اولین مصداق ازواج مطہرات ہیں۔ اور آنحضرت کا حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں ھٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ میں کوئی حصری معنے نہیں۔ یعنی اس کا ترجمہ "میرے اہلبیت یہی ہیں" غلط ہے۔ بلکہ ترجمہ ہے "یہ میرے اہلبیت ہیں" اس سے ازواج مطہرات کے اہلبیت ہونے کی نفی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ چونکہ ظاہر نص ان چار حضرات کو شامل نہ تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت واسعہ نے ان چار نفوس قدسیہ کو بھی نعمت تطہیر میں شامل فرما دیا۔

غرضیکہ قرآن و حدیث اور بزرگان سلف کے اقوال کو جمع کرنے کے بعد یہی صحیح و مسلم قرار پاتا ہے کہ ازواج مطہرات و حضرات چہار نفوس قدسیہ وغیرہم من اولادہ و افادیہ سب اہلبیت ہیں۔ یہی امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب ہے۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو امام ابن عساکر و ابن ابی حاتم عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا:

کہ آیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ تا آخر خاصکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے بارے میں اتری۔	نَزَلَتْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ فِيْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً (روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۳)

لفظ خَاصَّةً و خاصکر ملحوظ خاطر رہے۔

اسی طرح امام ابن مردویہ نے حضرت ابن جبیر کے طریق سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے بارے میں اُتری۔ اور حضرت عکرمہ سے امام ابن مردویہ روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

انما هو نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۳)	کہ آیت تطہیر کی مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات ہی ہیں۔

اس میں لفظ انما جو مفید حصر ہے ملحوظ رہے۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ عنہ اپنی سند سے حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

کان عکرمة ینادی فی السوق انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا قال نزلت فی نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کہ حضرت عکرمہ بازار میں منادی فرماتے تھے کہ آیت تطہیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی۔

(تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص ۷)

۲۔ اہلبیت کا دوسرا قسم نسبی ہے یعنی جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق ہے۔ جیسے حضرت علی و فاطمہ و حسنین کریمین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادیاں رضوان اللہ علیہم اجمعین

۳۔ اہلبیت کا تیسرا قسم سببی یا حکمی ہے۔ اور یہ وہی حضرات ہیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عنایات وافرہ سے اہل بیت میں داخل فرمایا جیسے حضرت واثلہ بن اسقع و حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما ہیں۔

بہرصورت ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں " اِنَّکِ عَلٰی خَیْرٍ " کے معنی ہیں کہ تو بھلائی پر ہے (یعنی میرے اہلبیت سے ہے)

اس کا یہ مطلب لینا کہ قرابت سے نہیں ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ ایک اور روایت میں اس طرح ہے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کی :

اَلَسْتُ مِن اَهْلِكَ ؟ قَالَ بَلٰی وَادْخَلَهَا الْكِسَاءَ (الصواعق ۱۴۱)	کہ حضور کیا میں آپ کے اہلبیت سے نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں اور اسے بھی چادر مبارک میں ...

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ صواعق محرقہ میں روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے ہمراہ دوسری صاحبزادیوں، اقارب اور مزید برکات کے حصول کے لیئے ازواج مطہرات کو بھی چادر تطہیر میں داخل کرلیا۔

امام ابن حجر مکی صواعق اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیف مسلول میں فرماتے ہیں خلافت جب بادشاہت میں بدلنے لگی تو امام حسن رضی اللہ عنہ اس سے حضرت امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہو گئے پھر اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں خلافت باطنیہ عطا فرمائی کہ غوثیت کبریٰ اہلبیت کے ساتھ ہی مختص کر دی گئی۔ سیف مسلول اور مجدد اسلام امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے ملفوظ مبارک میں ہے کہ

غوثیت کبریٰ کے مالک اہلبیت ہیں

غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے۔ بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فائز ہوئے اور وزارت امیر المؤمنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو عطا ہوئی اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم وزیر ہوئے پھر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوتے پھر امیر المؤمنین مولیٰ علی کو اور امامین رضی اللہ عنہما وزیر ہوتے پھر حضرت امام حسن سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل ہوتے امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے

حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے اور ان کے بعد سید نا غوث اعظم مستقل غوث حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔ حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی

(الملفوظ ج ۱ ص ۱۲۹/۱۴۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ ہدایت کے ستارے اور میرے اہلبیت کشتی نجات ہیں. گویا کشتی نجات پر بیٹھ کر ستاروں سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے بحر تاریکی میں سفر آخرت کرنے والا ساحل مراد کو ضرور پہنچ کر رہے گا ستاروں یا کشتی، دونوں سے یا کسی بھی ایک سے بے نیازی برتنے والا ساحل مراد کو کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور ـ نجم ہے اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(اعلیٰحضرت بریلوی)

حدیث شریف میں ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم انہیں تھامے دادران کے حکم پر چلتے) رہے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے ایک اللہ کی کتاب اس میں ہدایت او نور ہے دوسری میری عترت ـــــ وفی روایۃ مطان عترتی سنتی لما ان العترۃ تلزم السنۃ

آیت مباہلہ کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چاروں کو اپنے ہمراہ لے گئے، مخالفین کو ہمت نہ پڑی ورنہ حضرات اہلبیت کی دعا سے مخالفین کا خاتمہ ہو جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بقیہ صاحبزادیاں شریک مباہلہ نہ ہوئیں کہ وہ پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما چکی تھیں.

اہلبیت کے ساتھ محبت وعقیدت فرائض ایمان سے ہے چنانچہ آیت المودۃ فی القربیٰ کا تقاضا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں ؎

یا اھلَ بیتِ رسولِ اللہ حُبُّکُمُ ـــ فرضٌ من اللہِ فی القرآنِ انزلَہُ

کفاکُم مِنْ عظیمِ القدرِ انَّکُمُ ـــ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ علیکم لاصلوٰۃَ لہُ

آلُ النبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی ۔ ارجو بِھم اُعطیٰ غدًا بالیمینِ صحیفی

کہ اے رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے اسے اللہ نے قرآن میں اتارا اور تمہیں منزلت مرتبہ کرا تنا کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار میرے لیئے ذریعۂ نجات ہے اور آل اطہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی کا میرے لیئے وسیلہ ہے مجھے امید ہے کہ آل پاک کے صدقے میں قیامت کے دن مجھے میرا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا ۔ روزِ قیامت جب اہل بیت کا سوال ہوگا جس طرح کہ جب صحابہ کا) خارجیوں اور ناصبیوں کا جو (اہلبیت سے قطع نظر) صحابہ سے محبت کا دعویٰ ہے وہ ایسے ہی جھوٹا ہے جیسے شیعوں کا (صحابہ سے قطع نظر) اہلبیت سے محبت کا دعویٰ ہے صحابہ اہلبیت دونوں کی محبت جانِ ایمان ہے ۔

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

الٰہی بحق بنی فاطمہ ۔ برقول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول ۔ من و دست و داماں آل رسول

نواب بھوپالی صاحب کا آل پاک سے توسل

لطف یہ ہے کہ اہلحدیث حضرات کے شیخ المشائخ جناب نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار سے توسل کیے بغیر نہیں رہ سکے ۔ چنانچہ وہ اپنی مشہور تصنیف مسک الختام شرح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں :

تا صلوۃ بر آل نفرستند اُمتیاں بما مور بہ حاصل نشود فرد
الٰہی بحق بنی فاطمہ ۔ کہ برقول ایماں کنم خاتمہ

(مسک الختام ج ۱ ص)

○

یزید بن معاویہ

نام یزید بن معاویہ کنیت ابوخالد خاندان اموی والد کا نام حضرت امیر معاویہ اور دادا کا ابوسفیان رضی اللہ عنہما یہ دونوں حضرات صحابی ہیں۔ ماں کا نام میسون بنت بجدل کلبیہ ہے۔ یزید ۲۵ یا ۲۶ھ کو زمانہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں پیدا ہوا۔ موٹا اور بہت گھنے بالوں والا تھا۔ اپنے باپ سے حدیث بھی روایت کی ہے پھر اس سے آگے اس کے بیٹے خالد بن یزید اور عبدالملک بن مروان نے۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں اس سے کوئی نازیبا حرکت نہ دیکھی تھی بلکہ بعض حضرات سے اس کی تعریفیں اور فضیلتیں سنی تھیں اس لیئے اسے اپنا جانشین بنایا اور اللہ تعالےٰ سے یوں دعا کی؛

اللھم ان کنت عھدت لیزید لما رأیت من فضلہ فبلغہ ما املت واعنہ وان کنت انما حملنی حب الوالد لولدہ وانہ لیس لما صنعت بہ اھلا فاقبضہ قبل ان یبلغ ذلک (تاریخ الخلفاء صـ۱۵۷/۱۵۸)	یا اللہ اگر میں نے یزید کو اس کی فضیلت و اہلیت دیکھ کر اپنا جانشین بنایا ہے تو اُسے میری توقع پر پورا اتار اور اس کی مدد فرما اور اگر میں محض شفقت پدری کو ایک باپ کو اپنے بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے سے اپنا جانشین بنایا اور وہ نااہل ہے تو اُسے عنان حکمرانی سنبھالنے سے پہلے ہی ہلاک کر دے۔

کیا صالحین کے لیئے کرسی اقتدار حرام ہے؟

بعض لوگ حضرت امام حسین کے بارے میں یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ یزید کے مقابلے میں اقتدار نہیں چاہتے تھے یہ قطعاً غلط ہے حضرت امام اقتدار کے لیئے ہی تشریف لے گئے تھے اور شریعت کی رو سے اس وقت آپ ایسی دینی، روحانی اور مرکزی شخصیت کی یہ ذمہ داری تھی کہ جب عامۃ المسلمین ایک شرابی وزانی اور دین اسلام میں رخنہ ڈالنے والے شخص کے مقابلے میں اس کا دامن

تھا منا چاہیں اور دین اسلام کے تحفظ کے لیے اسے ہر قسم کی قربانی کا یقین دلائیں تو وہ ان سے دامن چھڑائے بلکہ ان کی قیادت کرے اور اس ظالم و فاسق اور بدکار کو کرسی اقتدار سے ہٹا کر خود اس پر متمکن ہو اور دین اسلام ایسے جامع نظام حیات کو لوگوں میں بہ تمام و کمال رائج و نافذ کرے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے فرمایا تھا۔ اَجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔ (مجھے ملک بھر کے خزانے میرے سپرد کر دے دیکھ کر میں ملک کا نظم و نسق کس احسن طریقے سے چلاتا ہوں) بے شک میں دیانت و علم والا ہوں ۔۔۔ اس لیئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے مقابلے میں کوفیوں کی درخواست کرسی اقتدار پر فائز ہونے کے جذبے سے یا خواہش نفس سے نہ تھا بلکہ ایک دینی و ملی تقاضے سے تھا ۔۔۔ انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ مانوی (الحدیث) ثواب کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملے گا۔

امام سیوطی فرماتے ہیں:

وقال له ابن عمر لا تخرج فان رسول الله صلی الله علیه وسلم خيره الله تعالیٰ بين الدنيا والاخرة فاختار الاخرة وانك بضعة منه ولا تنالها يعني الدنيا (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۸)

اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی کہ آپ کوفے کو تشریف نہ لے جائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت اور آخرت (درویشی) میں سے کسی ایک کے چن لینے کا اختیار دیا تو آپ نے درویشی کو پسند فرمایا اور آپ حضور کے جسم اطہر کے ٹکڑا ہیں اور آپ دنیا (بادشاہت) کو نہیں حاصل کر سکیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام خلافت و اقتدار کی خواہش رکھتے تھے اور یزید ایسے فاسق و فاجر کے مقابلے میں ان کا ایسا کرنا ان کی دینی ذمہ داری بھی تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عامۃ المسلمین کے اعزاز و اعانت یزید ایسی مکروہ و ناپسندیدہ قیادت کو بدلنا چاہتے تھے اور آپ یقینا بجانب حق تھے اور یزید خدا و مصطفیٰ کا باغی تھا۔ در اصل

وہی ہوتا ہے جو اللہ اور رسول کے احکامات کو پامال کرے، اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے اور جدوجہد کرنے والا باغی نہیں، مجاہد ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے — افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر — کہ ظالم تیارت کو کھری کھری سنانا افضل جہاد ہے۔

حضرت امام کو باغی قرار دینا شقاوت اور خروج ہے۔ چنانچہ — امام اہلسنت گیارھویں صدی کے عظیم ترین مجدد مولانا علی بن سلطان قاری فرماتے ہیں:۔

وامّا ما تفوّه بعض الجهلة من انّ الحسين كان باغيًا فباطلٌ عند اهل السنة والجماعة ولعلّ هذا من هذيانات الخوارج عن الجادة	کہ یہ جو بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ امام حسین باغی تھے اہل سنت وجماعت کے نزدیک غلط ہے اور شاید یہ راہ حق سے بہکے ہوئے (خارجیوں) کی بڑ ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص۸۷)

یزید پلید کی شقاوتوں کا جائزہ لینا ہو تو مدارج النبوۃ و نبراس و دیگر کتب محققین کا مطالعہ فرمائیں۔ ایسے ایسے انکشافات پائیں گے جس سے ایک مسلمان کے جذبات بے قابو ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہاں اختصار مدنظر ہے اس لیے صرف محدثین کی نظر میں یزید کی حیثیت واضح کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

یزید کو امیر المومنین کہنے والے کی سزا

امام سیوطی تاریخ الخلفاء اور امام ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ نوفل بن ابی الفرات (اور تہذیب التہذیب میں ہے نوفل بن ابی عقرب) نے حضرت امام عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حضور میں ایک شخص نے یزید کے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ استعمال کیا۔

فقال تقول امير المومنين و امر به فضرب عشرين سوطًا	آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو یزید پلید کو امیر المومنین کہتا ہے اور آپ کے حکم سے اس شخص کو بیس کوڑے مارے گئے۔

(تاریخ الخلفاء ص۱۶۰ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص۳۶۱)

سنہ ۶۳ھ میں جب اہل مدینہ کو یزید کی خباثت کا علم ہوا تو جو لاعلمی میں اس سے بیعت کر چکے تھے انہوں نے اس کی بیعت توڑ دی یعنی اس کی نافرمانی (جسے آج کی نئی اصطلاح میں سول نافرمانی کہتے ہیں) کا اعلان کر دیا۔ تو یزید نے اہل مدینہ پر فوج کشی کی تین روز تک اہل مدینہ کا قتل عام ہوا جن میں صحابہ و صحابیات تک شامل تھے۔ مسجد نبوی میں اذان و نماز تک کا سلسلہ موقوف ہو گیا اور یزیدی لشکر نے مسجد میں گھوڑے باندھے۔ اور اس کی ناپاک فوج نے کعبہ معظمہ تک کی بے حرمتی کی اور اس کی تمام ذمہ داری یزید پلید پر عائد ہوتی ہے۔ آخر سنہ ۶۴ھ میں یہ کمبخت ہلاک ہو گیا۔

امام ابن حجر عسقلانی کی رائے

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں،

وليست له رواية تعتمد (ج ۱۱ ص ۳۶۱)	کہ یزید کی کوئی قابل اعتماد روایت نہیں ہے۔

یہی امام ممدوح رحمۃ اللہ علیہ یزید کے بارے میں تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں،

وليس باهل ان يروى عنه (ص ۵۶۲)	کہ یزید اس بات کا اہل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے۔

امام علامہ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی الانصاری خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں

يزيد بن معاوية بن ابی سفيان ولی بعهد من ابيه واستباح المدينة فلم يمهله الله تعالى هلك سنة اربع وستين (ص ۲۲۳)	یزید بن معاویہ بن ابی سفیان باپ کا ولی عہد تھا اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت نہ دی۔ سنہ ۶۴ھ میں ہلاک ہوا۔

امام اہلسنت تاریخ اسلام کے مجدد اعظم مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یزید کے بارے میں ہمارا وہی مسلک ہے جو ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے یعنی توقف کہ خود اسے کافر نہ کہیں گے اور تکفیر کرنے والے کو منع بھی نہ کریں گے۔

امام واقدی نے متعدد طرق سے روایت کی ہے کہ حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰہِ مَا خَرَجْنَا عَلٰی یَزِیْدَ حَتّٰی خِفْنَا اَنْ نُّرْمٰی بِالْحِجَارَۃِ مِنَ السَّمَآءِ اِنَّ رَجُلًا یَنْکِحُ اُمَّھَاتِ الْاَوْلَادِ وَالْبَنَاتِ وَالْاَخَوَاتِ وَیَشْرَبُ الْخَمْرَ وَیَدَعُ الصَّلٰوۃَ (تاریخ الخلفاء صنہ ۱۶۰)

قسم بخدا یزید سے ہم نے اس وقت ہی بغاوت کی جب ہمیں اس بات کا ڈر لگنے لگا کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسیں گے لوگ امہات الاولاد، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنے، شراب پینے اور نماز چھوڑنے لگ گئے تھے۔

اور امام ذہبی ابن تیمیہ کے شاگرد رشید فرماتے ہیں،

وَلَمَّا فَعَلَ یَزِیْدُ بِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ مَا فَعَلَ مَعَ شُرْبِ الْخَمْرِ وَاِتْیَانِہِ الْمُنْکَرَاتِ اِشْتَدَّ عَلَیْہِ النَّاسُ وَخَرَجَ عَلَیْہِ غَیْرُ وَاحِدٍ وَلَمْ یُبَارِکِ اللّٰہُ فِیْ عُمْرِہٖ

اور جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ ناروا سلوک کیا ساتھ ہی شراب و بدکاریوں کا دور دورہ چلایا تو لوگ اس کے باغی ہو گئے اور اللہ نے اس کی عمر میں برکت نہ فرمائی۔

(تاریخ الخلفاء صنہ ۱۶۹)

یہ امام ذہبی کی شہادت ہے جو علامہ ابن تیمیہ صاحب کے شاگرد رشید ہیں۔ اور خود امام ابن تیمیہ یزید کے بارے میں نہایت نرم خیال رکھنے کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مظلوم و شہید اعتقاد کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

تَمَکَّنَ اُولٰئِکَ الظَّلَمَۃُ الطُّغَاۃُ مِنْ سِبْطِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی قَتَلُوْہُ مَظْلُوْمًا شَھِیْدًا (الی ان قال) فَاِنَّ مَا قَصَدَہٗ مِنْ تَحْصِیْلِ الْخَیْرِ وَدَفْعِ الشَّرِّ لَمْ یَحْصُلْ

ظالموں سرکشوں نے نواسئہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابو پالیا یہاں تک کہ اسے قتل دیا حالانکہ آپ مظلوم و شہید ہیں۔ آپ نے جو نیک مقصد کو حاصل کرنے اور یزید کے شر کو دور فرمانے کا ارادہ کیا تھا وہ کچھ بھی حاصل

منہ شیٔ" (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۴۱/۲۴۲) | نہ ہو سکا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام کا یزید کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اور اس کی ناپاک و فاسق حکمرانی کو ختم کرنا آپ کا نیک مقصد تھا آپ کا قتل باغی کے طور پر نہیں مظلوم و شہید کے طور پر ہے۔

یزید ہی دراصل ظالم و طاغی تھا اور وہ جماعۃ المسلمین کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔

چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وقتل من قتل وبایع مسلم الناس علی انھم خول لیزید یحکم فی دمائھم واموالھم بما شاء وانھم اعبد لہ قن فی طاعۃ اللہ ومعصیتہ

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱/۹۱)

اور اہل مدینہ کے قتل عام کے بعد بقیہ لوگوں سے مسلم بن عقبہ یزید کے حق میں اس بات کا عہد لیا کہ وہ یزید کے تابعدار رہیں گے اور یزید کو ان کے جان و مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار ہوگا اور ہر جائز و ناجائز بات میں یزید کے فرمانبردار رہیں گے۔

سوال و جواب

صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کی تھی اور جب لوگوں نے اس کی بیعت توڑی تو وہ ناراض ہوئے اور ایسے لوگوں سے قطع تعلق کرنے کی دھمکی دی۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کی شرح میں امام عسقلانی و امام قسطلانی فرماتے ہیں:

فیہ وجوب طاعۃ الامام الذی انعقدت لہ البیعۃ والمنع من الخروج علیہ وانہ لا ینخلع بالفسق

کہ عبداللہ بن عمر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی بیعت تمام ہونے کے بعد اس کی فرمانبرداری ضروری اور اس کی نافرمانی ممنوع ہے اور وہ فسق سے اپنے عہدۂ امارت سے معزول نہیں ہوتا۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۱ ، ارشاد الساری ج ۱۰ ص ۱۹۹)

پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت سے کیوں انکار کیا؟ — اس کا جواب یہ

ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر زاہدانہ مزاج رکھتے اور گوشہ نشین رہتے تھے جب کہ ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے انہیں یزید کے بارے میں یقینی ذرائع سے ان اسباب کا علم نہ پہنچا جن سے کوئی شخص ناقابل بیعت قرار پاتا یا اپنے عہدۂ امارت سے معزول متصور ہوتا ہے اور امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو علی وجہ البصیرۃ اور یقینی ذرائع سے اس کا علم ہوگیا تھا اس لئے انہوں نے بیعت سے انکار کیا اور بیعت شدہ حضرات نے بیعت توڑ ڈالی اور شریعت میں یہی ہے۔ چنانچہ ——
محدث اعظم و فقیہہ اکرم مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واجمعوا علی ان الامامۃ لاتنعقد لکافر ولو طرء علیہ الکفر انعزل وکذا لو ترک اقامۃ الصلوات والدعاء الیھا وکذا البدعۃ۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج، ص۲۱)	یعنی اہلسنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر مسلمانوں کا امیر نہیں ہو سکتا اور اگر مسلمان ہونے کے بعد کافر ہوجائے تو وہ معزول ہوگیا اور اسی طرح بادشاہ اگر نماز اور نماز کی تبلیغ چھوڑ دے اور اسی طرح وہ بدعت کا حامی ہوجائے تو وہ اپنے عہدہ سے معزول ہو چکا۔

یعنی اس پر فرض ہوگا کہ وہ کرسی اقتدار سے الگ ہوجائے یا عامۃ المسلمین اسے زبردستی علیحدہ کرکے متبادل صالح شخص کو اپنا سربراہ مملکت بنائیں اس کے بعد فرماتے ہیں:

وجب علی المسلمین خلعہ ونصب امام عادل ان امکنھم ذلک (ج، ص۲۱)	یعنی اگر مسلمانوں سے ہو سکے تو ایسے سربراہ کو علیحدہ کرکے اس کی جگہ نئے صالح شخص کو سربراہ بنائیں۔

اور امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری و امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

الذی علیہ العلماء فی امراء الجور انہ ان قدر علی خلعہ لغیر فتنۃ ولاظلم وجب	یعنی ظالم سربراہوں کے بارے میں علماء کا فیصلہ ہے کہ اگر کسی فتنہ اور ظلم و زیادتی کے بغیر انہیں علیحدہ کرنا ممکن ہو تو انہیں علیحدہ کرنا

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۹ و فتح الباری ج ۱۳ ص ۶) | ضروری ہے۔

یہاں دراصل صحیحین کی ایک حدیث ہے جس کی شرح میں مندرجہ بالا قول نقل کیا گیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے — "وان ننازع الامر اھلہ الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ برھان" — یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت سربراہ مملکت کی نافرمانی نہ کرو جب تک کہ وہ ایسے کھلے کفر و معصیت کا علانیہ ارتکاب نہ کرنے لگے جس کے کفر و معصیت ہونے کی تمہارے پاس خدا تعالےٰ کی طرف سے دلیل موجود ہے۔

گویا جب سربراہ مملکت اسلامیہ ایسے کھلے کفر و معصیت کا علانیہ مرتکب پایا جائے جس کے کفر و معصیت ہونے پر کتاب و سنت کی روشنی میں دلیل موجود ہو تو ایسے سربراہ مملکت کو ہٹانا اور اس کی سول نافرمانی ضروری ہے — چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کی نافرمانی کر کے اس حدیث پر عمل فرمایا۔

حدیث قسطنطنیہ کا جواب

بعض لوگ جو یزید کو امیر المؤمنین کے خطاب سے نوازنے پر مصر ہیں یزید کے جنتی ہونے پر ایمان و یقین بھی رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں انہیں اس حد تک غلو ہے کہ وہ اپنے ایک صوم و صلوٰۃ کے پابند باپ کے جنتی ہونے میں تو شک کر سکتے ہیں مگر یزید کے بارے میں نہیں۔ ان کے اس غلو کا موجب دراصل ایک حدیث ہے جسے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جس کا آخری حصہ یہ ہے)

اوّل جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم | کہ میری اُمت کا اولین لشکر جو شہر قیصر کا جہاد کرے گا وہ بخشے ہوئے ہوں گے۔

—— (صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۱۰) ——

کہتے ہیں کہ اس جہاد میں یزید شریک بلکہ قیادت کر رہا تھا اور مدینۃ قیصر قسطنطنیہ ہے۔ یزید کی قیادت میں سیدنا ابن عمر و ابن عباس و ابن زبیر و ابوایوب انصاری ایسے اکابر صحابہ جہاد کر رہے

تھے. جب یزید کی قیادت ایسے صحابہ نے تسلیم کرلی تو اس کی کیا شان ہوگی؟ اور وہ حدیث کا مصداق ہوکر مغفور لہ (جنتی) ہوا.

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سادات صحابہ حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں گئے تھے یزید کی نہیں ـــــ چنانچہ امام بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

الاظهر ان هؤلاء السادات من الصحابة كانوا مع سفيان هذا ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلا ان يكون هؤلاء السادات في خدمته

کہ ظاہر تر یہ ہے کہ لوگ اکابر صحابہ اس سفیان کے ہمراہ تھے یزید بن معاویہ کے ہمراہ نہ تھے کیونکہ وہ اس کا اہل نہ تھا کہ یہ اکابر صحابہ اس کی خدمت میں ہوتے

(ج ۱۴ ص ۱۹۸/۱۹۹)

علامہ مہلب نے کہا کہ اس حدیث میں جہاں حضرت امیر معاویہ کی منقبت ثابت ہوتی ہے وہاں یزید کی منقبت بھی معلوم ہوتی کہ وہ حدیث میں موجود مغفور لھم کا مصداق ہو کر جنتی قرار پاتا ہے. بخاری کے تینوں شراح کرام اس کی تردید میں فرماتے ہیں.

قلتُ ای منقبة كانت ليزيد وحالهُ مشهور

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۹۹)

کہ میں کہتا ہوں کہ اس میں یزید کے لیے کون سی منقبت ہے جبکہ اس کا حال مشہور ہے.

حدیث کے عموم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یزید اس میں شامل ہی نہیں کیونکہ یہ خوشخبری مشروط بہ خاتمہ علی الایمان ہے.

لا يلزم من دخوله في

یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے لازم

ذلك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا يختلف اهل العلم ان قوله صلى الله عليه وسلم مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها لم يدخل فى ذلك العموم اتفاقا فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم

نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل خاص سے نہ نکلتا ہو کیونکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور کا ارشاد مغفور لھم اہل مغفرت ہونے سے مشروط ہے حتیٰ کہ اگر اس غزوے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا (معاذ اللہ) تو اس عموم میں داخل نہ ہوتا تو پتہ چلا کہ مغفور لھم سے وہی لوگ مراد ہیں جن میں مغفرت کی شرط پائی جائے (لہٰذا یزید خارج ہو گیا)

(فتح الباری ج ۶ ص ۷۲ عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۹۹ ارشاد الساری شرح بخاری ج ۵ ص ۱۰۱)

شرح عقائد میں تو علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے یزید پلید کو ملعون و کافر قرار دیا ہے ۔ اور یہی قاضی ابو العلی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالےٰ کا خیال ہے۔

الغرض حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید پلید علیہ ما علیہ کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں امام حق پر تھے اور یزید کمبخت باطل پر تھا ــ اور اس کی حمایت کرنے اور اسے جنتی قرار دینے والے حضرات دراصل خارجیت کے داعی ہیں۔

○

اہلسنت وجماعت کے محققین علماء کرام وحامیان دین متین فقہاء ومشائخ عظام کے فتاوی شریفہ، تصدیقات وتائیدات منیفہ

تاجدار اہلسنت مجتہد ملت وحامی دین وماہر شریعت امام المحدثین واستاذ المفسرین قطب عالم غوث زماں شہزادۂ اعلٰحضرت سیدنا ومولانا شاہ محمد مصطفٰے رضا خاں مفتی اعظم ہند بریلی شریف دامت برکاتہم العالیہ کا

فتوٰی مبارک (بریلی شریف انڈیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۳ / ۴۹

الجواب

۱ــــــ جو شخص مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے گمراہ اور بدمذہب ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے لیسے کو امام بنانا گناہ، امام بنانے والے گنہگار ہوں گے۔ (واللہ اعلم)

۲ــــــ کسی صحابی کیساتھ سوءِ عقیدت (بدعقیدگی) بدمذہبی وگمراہی واستحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابو سفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص وحضرت مغیرہ بن شعبہ وحضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام

حضرت سیدنا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اخبث الناس مسیلمہ کذاب ملعون کو جہنم داصل کیا وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خیر الناس و شر الناس کو قتل کیا ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی، اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہو سکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہاء کرام کے نزدیک کفر ہے (بہار شریعت حصہ اول ص۲۲) اس سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو فاسق کہنے والا کیسا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، واللہ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورلوی غفرلہ رضوی دارالافتاء بریلی شریف
۵ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر مصطفیٰ رضا خاں غفرلہ

مہر دارالافتاء

(۲)
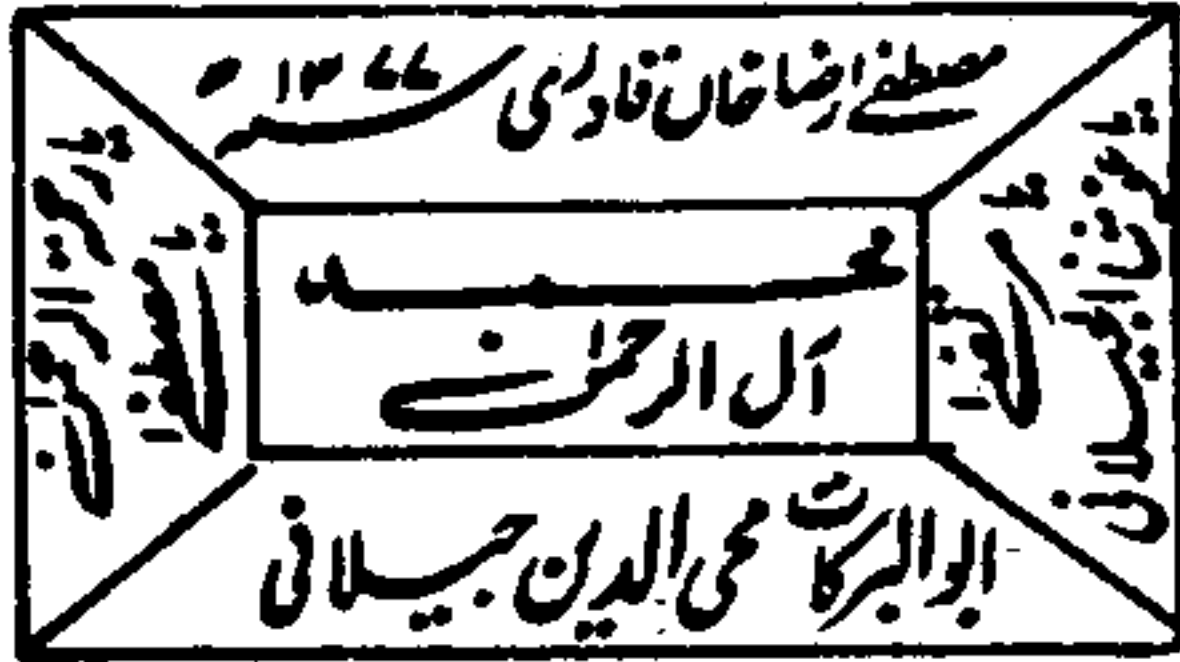
غزالی زماں رازی دوراں استاذ المحدثین والمفسرین مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مہتمم مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور کا

فتویٰ (از بہاولپور)

۱ــــ شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تفضیل جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر اہلسنت کا اجماعی و متفق علیہ عقیدہ ہے اس عقیدہ کا مخالف سنی نہیں ہے، اس لئے اس کی اقتدا اسے امام بنانا بھی جائز نہیں ہے

۲ ـــــ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ فاسق کہنے والا ہرگز سنی نہیں، تمام صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان بالاتفاق اہلسنت کے نزدیک واجب الاحترام ہیں اس لئے ایسے شخص کی اقتدا بھی درست نہیں۔

اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے، آمین!

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ
۹ اگست ۱۹۶۹ء

(۳)

امام اہلسنت استاذ المحدثین والمفسرین مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب حزب الاحناف لاہور کا

فتویٰ (از لاہور)

الجواب ہو الموفق للصواب

۱ ـــــ جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے وہ تفضیلی شیعہ ہے، ضال مضل گمراہ اور گمراہی پھیلانے والا ہے، وہ ہرگز اہلسنت سے نہیں ہے ایسے شخص کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں،

۲ ـــــ جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہتا اور ان کو مطعون کرتا ہے وہ خود فاسق ہے، اس کو امام بنانا گناہ ہے، اس کے پیچھے نماز قریب حرام اور واجب الاعادہ ہے وہ شخص اہلسنت وجماعت سے نہیں کیونکہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا ہے اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم میرے سارے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کسی کی بھی اقتدا کروگے راہ یاب ہو جاؤ گے نیز فرمایا

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ

ترجمہ:۔ میرے صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ میری دشمنی سے ہی ان کو دشمن رکھتا ہے اور جو ان کو ایذاء دیتا ہے وہ بلاشبہ مجھے ایذاء دیتا ہے اور جو مجھے ایذاء دیتا ہے وہ بلاشبہ خدا تعالیٰ کو ایذاء دیتا ہے اور جو اللہ کو ایذا دیتا ہے عنقریب اللہ اسے پکڑے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے[1] ان کی منقبت میں احادیث بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے پہلے اور بعد میں ایمان لانے والوں سبھی کیساتھ بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے وکلا وعد اللہ الحسنیٰ (سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے) لہذا ان کو برا کہنے والا فاسق (خدا اور رسول کا نافرمان) ہے

واللہ تعالیٰ اعلم

احقر العباد ابو الریان محمد رمضان نائب مفتی
دار العلوم حزب الاحناف لاہور ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۹ء

مہر مدرسہ

الجواب صحیح وصواب و المجیب النجیب مصیب ومثاب
فقیر قادری ابو البرکات سید احمد عفی عنہ
خادم الحدیث دار العلوم حزب الاحناف
لاہور

(۴)

حضرت علامہ فہامہ محقق اہلسنت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا

فتویٰ (از گجرات پاکستان)

یہ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابو بکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتانے یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کو فاسق کہنے والا شخص بالکل بے دین اور شیعہ ہے غالباً تقیہ کر کے اہلسنت

---

[1] بناءً علی روایۃ

بنا ہوا ہے ایسے شخص کو فوراً اہلسنت کی مسجد سے علیحدہ کر دیا جائے اور کوئی مسلمان اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے اگر امامت کے لالچ میں توبہ بھی کرنے تو زبانی اعتبار نہ کرو بلکہ تحریر کرالو، یہ عقائد بالکل رافضیوں کے ہیں کسی اہلسنت کے عقیدے میں صحابہ کی توہین و گستاخی نہیں ہے نہ کوئی مسلمان اتنی جرات کر سکتا ہے جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ رافضی ہے اگرچہ وہ اور اس کے حواری اسے مسلمان سنی سمجھیں

واللہ و رسولہ اعلم

کتبہ	الجواب صحیح
مفتی اقتدار احمد خاں مفتی دار العلوم غوثیہ نعیمیہ	فقیر احمد یار بدایونی نعیمی
گجرات مغربی پاکستان ۲۳	گجرات پاکستان

(۵)

امام اہلسنت محدث پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب قادری رضوی محدث لائلپوری کے نائب محقق وقت جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی غلام رسول شیخ الحدیث جامعہ رضویہ کا

فتویٰ (از لائلپور)

الجواب ھو الموفق للصواب

ا ـــــ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد امت مسلمہ کا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اولیہ پر اتفاق ہے، افضلیت مشکک ہے، جس کا اعلیٰ ترین فرد حضرت صدیق اکبر ہیں پھر بحسب المراتب دیگر ارباب خلافت راشدہ رضی اللہ عنہم پھر یہ تسلسل حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی ہوتا ہے گو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کمالات وافرہ اور فضائل متکاثرہ سے متوشح و متزین ہیں اور فضائل بہیہ ذاتی

ـــــ امت مسلمہ

سنیہ کے باعث جولانِ تصوف میں مراتب تصوفی کے مکانِ قصی کے فرسان کے شہسوار ہیں اور مدینۃ العلم کے کمالاتِ علمیہ کا آپ باب مفتوح ہیں مگر بایں ہمہ حضرات شیخین سے مفضول ہیں اور اسی پر امت حنفیہ کا اتفاق ہے اس کے برعکس عقیدہ رکھنا تشیع ہے اور محض ضلالت و گمراہی ہے ایسا شخص ہرگز ہرگز سنی نہیں اور نہ ہی اہلسنت و جماعت کی مسجد میں امامت کے قابل ہے ایسے شخص کو ہرگز ہرگز سنیوں کا امام نہ بنایا جائے

۲ ـــــ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل ثقہ اور صالح صحابی ہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آپ کی حقیقی ہمشیرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تھیں آپ بہت بڑے عالم اور مجتہد صحابی ہیں آپ کیلئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی آپ کی شان میں گستاخی کرنا اور آپ کو برا کہنا رفض ہے، ایسا شخص جو آپ کو برا کہے شیعہ ہے وہ ہرگز ہرگز سنی نہیں ہے اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھی جائے اسے اہلسنت و جماعت کی مسجد میں ہرگز ہرگز امام نہ رکھا جائے۔ واللہ و رسولہ اعلم

غلام رسول غفرلہ قادری لکھنوی

مفتی جامعہ رضویہ لائل پور ۶۹-۸-۳۱

(۶)

استاذ العلماء علامۃ الدہر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خان القادری

البرکاتی مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد سندھ کا

فتویٰ

(از حیدر آباد)

الجواب

۱ ـــــ بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی انس و جن و ملک سے افضل سیدنا صدیق اکبر

ـ مفضول ـ مرتبہ میں کم

ہیں پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو جو شخص مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے وہ گمراہ و بدمذہب ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، فتاویٰ خلاصہ و بحر الرائق و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے ان فضل علیا علیھما فمبتدع اور غنیۃ و رد المحتار وغیرہ میں ہے الصلوٰۃ خلف المبتدع تکرہ بکل حال بدمذہب کے پیچھے ہر حال میں نماز مکروہ ہے (فتاویٰ رضویہ)

۲ ـــــ حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابو سفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا، غرض کسی صحابی کیساتھ سوء عقیدت بدمذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانتے اور اپنے آپ کو سنی کہے اسے برضا و رغبت امام بنانا خود کو عذاب الٰہی میں ڈالنا ہے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسے فوراً امامت سے علیحدہ کر دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی

(۷)
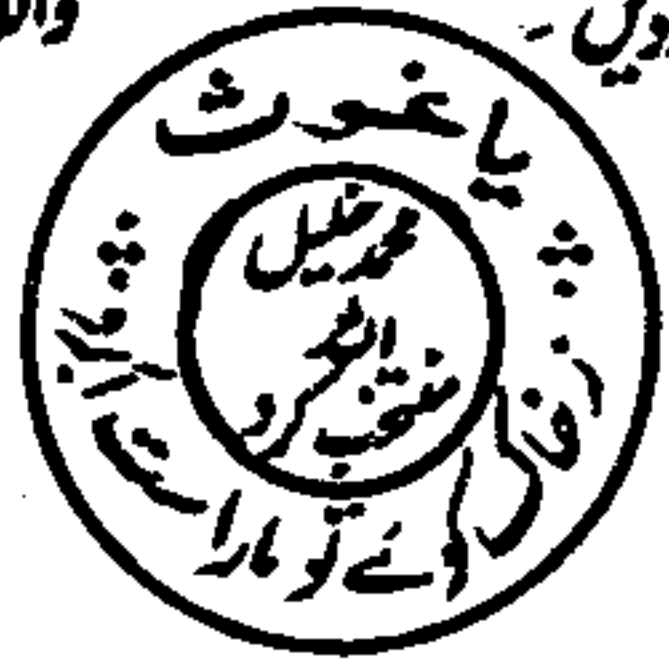
فقیہہ العصر علامۃ الدہر مولانا محمد نور اللہ صاحب نعیمی محدث بصیرپوری کا

فتویٰ

(از ضلع ساہیوال)

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

عالیجناب حضرت قادری صاحب مدظلہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بعد الانبیاء و الرسل افضل البشر ہیں اور یوں ہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما صحابی اور واجب الاحترام ہیں لہذا اس کے برعکس عقیدہ رکھنے والے شخص کے پیچھے سنی کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم

حررہ ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

خادم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۴ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ

۶/۱۰/۶۹

(۸)

شیخ القرآن والحدیث علامہ مولانا غلام علی صاحب مہتمم دار العلوم اشرف المدارس اوکاڑہ کا

فتویٰ (از اوکاڑہ ساہیوال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب و ہو الموفق للصواب

جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھے یا حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو برا بتائے، ان سے بدعقیدگی رکھے ہر دو صورتوں میں ایسا شخص فاسق و متبدع[1] ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی جائے

[1] متبدع یعنی بدعتی اور اہلسنت سے خارج

وہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی [1] ھذا ھو الحکم فی کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ تحریمیۃ ونصوص الفقھاء الحنیفیۃ فی ذلک متوافرۃ واذکر البعض لقدر الحاجۃ

(۱) سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین پر بالکلیہ تفضیل کا قائل مبتدع ہے، شامی جلد دوم ص ۳۹۸ میں ہے [2] الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیۃ فی علی اوان جبریل غلط فی الوحی اوکان ینکر صحبۃ الصدیق اویقذف السیدۃ الصدیقۃ فھو کافر لمخالفۃ القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ بخلاف ما اذا کان یفضل علیا اویسب الصحابۃ فانہ مبتدع لاکافر

۲ سب صحابہ کو مباح سمجھے یا یہ اعتقاد رکھے کہ کسی صحابی کو گالی دینے پر ثواب مترتب ہوگا جیسا کہ بعض شیعہ کا عقیدہ ہے یا کفر صحابہ کا معتقد ہو تو کافر ہے بالاجماع ورنہ فاسق و مبتدع ہے ولکنا [3] من سب احدا من الصحابۃ فھو فاسق ومبتدع بالاجماع الا اذا اعتقد انہ مباح اویترتب علیہ ثواب کما علیہ بعض الشیعۃ او اعتقد کفر الصحابۃ فانہ کافر بالاجماع کما صرح بہ العلامۃ ابن عابدین الشامی فی رسائلہ ناقلا عن العلامۃ القاری

(رسائل ابن عابدین ج ۱، ص ۳۶۷)

---

[1] اور یہی حکم ہے ہر اس نماز میں جو کراہت تحریمیہ کیساتھ ادا ہوئی اور فقہاء احناف کی عبارات اس مسئلہ میں بہت ہیں اور میں کچھ بقدر ضرورت ذکر کرتا ہوں،

[2] بے شک رافضی اگر اس قسم کا ہو کہ حضرت علی کے خدا ہونے کا قائل ہو یا کہتا ہو کہ حضرت جبرائیل نے حضرت علی پر وحی اتارنے کی بجائے حضرت محمد پر وحی اتار کر غلطی کی ہے یا حضرت صدیق اکبر کے صحابی ہونے کا منکر ہو یا حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ پر تہمت لگاتا ہو تو وہ کافر ہے (باقی ص پر)

۳ —— فاسق کو امام بنانا گناہ ہے غنیہ شرح منیہ میں ہے انہم لوقدموا فاسقا یأثمون بناءً علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریمیۃ (ص ۴۷۹) یہ مذہب احناف کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو فاسق کے پیچھے اصلاً نماز جائز ہی نہیں، چنانچہ غنیہ میں ہی عبارت سابقہ کے آخر میں فرمایا ہے ثم تجز الصلوٰۃ خلفہ اصلا عند مالک وھو روایۃ عن احمد۔

۴ —— شیخین تو درکنار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینے والا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک رافضی ہے، الرافضی من فضل علیا علی عثمان رضی اللہ عنہما کذا فی الغنیۃ المنسوبۃ الی سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ عنہ وعن سائر الاولیاء وبھم عنا وعن جمیع المسلمین۔ فقط واللہ اعلم

ابو البیان غلام علی غفرلہ

خادم الافتار و مدیر الجامعۃ الحنیفہ اشرف المدارس اوکاڑہ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۹ء

(باقی صسے آگے) کہ اس نے ان قطعیات کی مخالفت کی ہے جن کا دین سے ہونا بالبداہۃ معلوم ہے اس کے برعکس جب وہ حضرت علی کو فضیلت دے یا صحابہ کرام کو برا کہے کہ وہ بدعتی اور اہلسنت سے خارج ہوگا کافر نہ ہوگا، سے جائز ملے اور بہرحال جو کسی صحابی کو برا کہے تو وہ فاسق ہے اور بدعتی ہے بالاتفاق مگر جب وہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ صحابہ کو برا کہنا جائز ہے اس پر ثواب ملے گا جس طرح کہ کچھ شیعوں کا عقیدہ ہے یا صحابہ کرام کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو (معاذ اللہ) تو وہ بالاتفاق کافر ہے جس طرح کہ علامہ ابن عابدین شامی نے اپنے رسائل میں علامہ قاری سے نقل کرتے ہوئے اس کی تصریح کی ہے۔

لہ لوگوں نے اگر فاسق کو امامت کے لئے آگے کیا تو وہ گنہگار ہوں گے، اس بنا پر کہ اسے مقدم کرنے کی کراہت، کراہت تحریمیہ ہے۔ سلہ فاسق کے پیچھے امام مالک کے نزدیک بالکل نماز (باقی ص پر)

(۹)

فاضل جلیل عالم نبیل محقق بے عدیل مفتی محمد اعجاز الرضوی شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ لاہور کا

فتویٰ (از لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

۱ ــــــ حضرت سرکار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل البشر بعد از انبیاء و مرسلین ہونا دلائل قطعیہ یقینیہ اجماعیہ سے ثابت اور مسلک اہلسنت کا جز ہے جو صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے مولائے کائنات حیدر کرار کو افضل بتائے وہ اہلسنت سے نہیں فاسق و ضال ہے[1] اسے امام بنانا حرام حرام، حرام اشد حرام ہے۔ لو قدموا فاسقا یأثمون[2] یہ عقیدہ رکھنا فسق فی العقیدہ ہے اور فاسق فی العقیدہ کے پیچھے ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ نماز باطل و ناجائز و حرام ہے لا یجوز خلفه اصلا[3]

۲ ــــــ معاذ اللہ، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ سرکار امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان رفیع میں (ان کو فاسق و برا بتا کر) یہ گالی نہ دیگا مگر خارجی رافضی ناصبی اور زندیق و ملحد۔ ایسے شخص کو امام بنانا کیسا؟ اہل سنت کہنا باطل و ناجائز ہے نہ وہ اہلسنت ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا امام بنایا جائے اس کی امامت حرام حرام حرام اشد حرام وہ فاسق فی العقیدہ ہے امام زیلعی فرماتے ہیں دفی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب

امر سے لگے، جائز نہیں اور امام احمد سے ایک روایت یہی ہے[3] رافضی وہ ہے جو حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل سمجھے اسی طرح غنیۃ الطالبین میں ہے، جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

[1] گمراہ [2] ترجمہ:۔ اگر قوم نے فاسق کو امام بنایا تو گنہگار ہوگی [3] اس کے پیچھے نماز بالکل ناجائز ہے

(باقی صد پر) (ترجمہ مفتی محمد خلادر)

علیہم اہانتہ شرعا لہ والله تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

فقیر قادری محمد اعجاز الرضوی

خادم الحدیث دار العلوم جامعہ نعمانیہ لاہور

مہر

۱۹ ر رمضان ۱۳۸۹ھ (۱۰)

عمدۃ العارفین استاذ العلماء علامۃ الدہر مولانا غلام جہانیاں صاحب معینی شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ معینیہ ڈیرہ غازیخاں کا

فتویٰ

(از ڈیرہ غازیخاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

ا ــــــ عقائد السنت ہیں ان افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر الصدیق ثم عمر رضی الله عنہما لہ لہذا تفضیل علی کرم اللہ وجہہ کا عقیدہ رکھنے والا اہلسنت سے نہیں ہے لہذا امامت کے بھی لائق نہیں ہے

(ص سے آگے) اقول ھذا عند الامام مالک وعند الامام احمد فی روایۃ عنہ اما عندنا وعند الشافعی رحمہ اللہ فتجوز الصلوٰۃ خلفہ مع کراھۃ تحریمیۃ وکل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ تحریمیۃ فتجب اعادتہا فتبین بھذا ان ما ادعاہ الفاضل المجیب دامت برکاتہم من اجماع الائمۃ واتفاقہم علی عدم جواز الصلوٰۃ خلف ھذا المبتدع التفضیلی فسبق عن قلمہ وسھو فقط محمد غلام سرور قادری رضوی مصطفوی سعیدی عفی عنہ

لے ترجمہ۔ اور اس کے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ مقتدیوں پر شرعاً ایسے گمراہ کی اہانت اور حوصلہ شکنی کرنا لازم ہے لہ ترجمہ بے شک تمام انسانوں سے افضل انبیاء کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما

۲ —— تمام صحابہ کرام واجب الاحترام ہیں بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی اور واجب الاحترام ہیں ان کا اور دیگر صحابہ کا گستاخ اہلسنت سے نہیں ہو سکتا اور نہ وہ لائق امامت ہے فقط

دعاگو فقیر غلام جہانیاں معینی

خادم الحدیث جامعہ معینیہ

ڈیرہ غازیخان ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

(۱۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا خواجہ محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین دربار سیال شریف کا

فتویٰ

(از سیال شریف ضلع سرگودھا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب ھو الموفق للصواب

۱ —— اجماع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت علی جمیع الصحابہ[۱] پر ہے رضی اللہ عنہم اجمعین اس اجماع کا منکر شذ فی النار[۲] کی وعید کے تحت ہے نعوذ باللہ من ذالک

۲ —— حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب مسلم الثبوت ہیں ان کی شان میں گستاخی کرنا اگر التزام کفر نہیں تو لزوم کفر میں داخل ضرور ہے[۳] حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ یا دیگر اہلبیت رضی اللہ عنہم سے

---

[۱] تمام صحابہ سے افضل ہونا [۲] جو جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ میں گیا [۳] یعنی صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی سے کفر لازم آتا ہے

دشمنی کی یا انہیں سب وشتم کرتے یا کراتے تھے سراسر غلط ضلالت اور جہالت پر مبنی ہے
جو نصر بن مزاحم، یونس بن خباب اور حوب وغیرہم جیسے رافضیوں کی روایات پر مبنی ہے فرمان
ذی شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم " اللہ اللہ فی اصحابی "[1] کو کوئی مسلمان نہیں بھول سکتا

فقط واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم
محمد قمر الدین السیالوی غفرلہ
ضلع سرگودہا پاکستان مغربی
۱۰ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

(۱۲)

آستانۂ عالیہ امام العارفین حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف کا

فتویٰ

(از گولڑہ شریف، راولپنڈی)

۱ــــ تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما جمیع اہلسنت وجماعت کا مسلک ہے، جیسا کہ شرح فقہ اکبر شرح عقائد اور نبراس وغیرہ عقائد اہلسنت وجماعت کی کتابوں سے واضح ہے اس کے خلاف کرنے والا مبتدع ہے جس کی امامت مکروہ ہے البتہ بعض جزوی فضائل حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے خصوصیات سے ہیں مثلاً شرف نسب، قرابت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سلاسل تصوف کا مرجع ہونا وغیرہا یہ فضیلت کلیہ کے منافی نہیں جو حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے لئے ہے۔

۲ــــ کسی صحابی کی تفسیق[2] وتوہین مسلک اہلسنت کے خلاف اور بدعت ہے، خصوصاً

---

[1] یعنی اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں ان کو برا نہ کہو۔ [2] فاسق کہنا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے عادل وصالح ہونے کے لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت تفویض[1] کرنا ہی بین ثبوت ہے ورنہ فاسق کو تفویض خلافت کرنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے شایان نہیں فقط۔

کتبہ

فیض احمد مقیم آستانۂ عالیہ گولڑہ شریف

الجواب صحیح
محمد فاضل چشتی آستانہ گولڑہ شریف

(۱۳)

مدرسہ عالیہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کے علماء کا

فتویٰ

(از ملتان)

۱۔ بعد از انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی انس و جن و ملک سے افضل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر مولا علی کرم اللہ وجہہ۔ جو شخص مولا علی کرم اللہ وجہہ کو صدیق یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے، گمراہ بدمذہب ہے اور اہل سنت سے خارج۔ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

۲۔ کسی صحابی کیساتھ سوء عقیدت بدمذہبی وگمراہی واستحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض ہے۔ ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابو سفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ، ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے، چنانچہ بہار شریعت میں ہے لہذا اس کی

---

[1] سپرد کرنا [2] روشن

امامت ناجائز ہے، فقط واللہ اعلم

سید مسعود علی قادری نقتی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان
۲۰ر دسمبر ۱۹۶۹ء

الجواب من اجاب
مشتاق احمد مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان

(۱۴)

۷۸۶ - الجواب

مسئلہ تفضیل و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت امام اہلسنت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ اور دیگر اکابر علماء اہلسنت و جماعت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ حق ہے اور فقیر کا یہی مسلک ہے فقط

نیاز مند غلام مصطفےٰ رضوی سعیدی مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان

(۱۵)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم راہنما حضرت علامہ مولانا حامد علی خاں شیخ الحدیث والتفسیر

مدرسہ خیر المعاد ملتان کا

فتویٰ

(از ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب

۱ــــــ اہلسنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ افضلیت خلفاء راشدین بہ ترتیب خلافت ہے

۲ــــــ اور اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل عدول ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت مسلم و ثابت ہے اور اسی طرح حضرت امیر معاویہ کے والدین ماجدین حضرت ابوسفیان و حضرت ہندہ کی صحابیت بھی مسلم و ثابت ہے، لہٰذا جو شخص ان کی شان میں دریدہ دہنی اور گستاخی کرے اور حضرت علی کرم اللہ [illegible] فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت

دے وہ اہلسنت سے خارج اور بدعتی اور رافضی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے علماء کرام نے یہ جو کچھ تحریر فرمایا ہے صحیح ہے فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
حسین احمد مدرس مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد چوڑی سرائے ملتان شہر

حررہ حامد علی خاں
مفتی مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد چوڑی سرائے ملتان شہر

(۱۶)

مدرسہ عربیہ مظہر العلوم دولت دروازہ ملتان کے شیخ الحدیث مولانا محمد شریف صاحب کا

فتویٰ

(ملتان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الجواب

۱ ـــــ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کی افضلیت تمام صحابہ کرام پر اہلسنت وجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے تفضیل ترتیب خلافت کے مطابق ہے لہذا اس کا مخالف اہلسنت سے خارج ہے کمافی شرح العقائد۔

۲ ـــــ حضرت امیر معاویہ ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہندہ و دیگر جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واجب الاحترام ہیں ان کا احترام ایمان کا حصہ ہے انہیں برا کہنے والا اہلسنت سے خارج ہے اور اس کی امامت ناجائز ہے۔ فقط

فقیر محمد شریف غفرلہٗ
خادم جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان
۳۱ دسمبر ۱۹۶۹ء

الجواب صحیح
سید محمد عبد اللہ شاہ رضوی مہتمم مدرسہ انوار الابرار ملتان

الجواب صحیح
محمد نذیر احمد رضوی مدرس [illegible] علوم ملتان شہر

(۱۷)

مدرسہ رحمانیہ ملتان کے مہتمم و مفتی عبدالکریم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مفتی محمد عبدالشکور صاحب کا

فتویٰ (ملتان)

الجواب

۱۔۔۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو شخص افضل سمجھے

۲۔۔۔ اور جو شخص حضرت امیر معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو برا بتاتے وہ اہلسنت سے نہیں اہلسنت مقتدیوں کا امام ہونا اس کا ناجائز ہے۔

راقم

مَن اصحاب نقد احباب

محمد عبدالشکور ملتانی عفی عنہٗ

ننگ اسلاف عزیز اللہ عفی عنہٗ

صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ملتان شہر ۱۰ شوال

(۱۸)

پاکستان کے مشہور مذہبی ماہنامہ "ماہِ طیبہ" کے مدیر فاضل جلیل حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں کا

فتویٰ (سیالکوٹ)

الجواب

حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو افضل سمجھنے اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما یا کسی دوسرے صحابی کی بے ادبی کرنے یا ان سے برا عقیدہ رکھنے والا شخص گمراہ ہے اور مسلک اہلسنت کے سراسر خلاف اگر وہ اپنے آپ کو اہلسنت کہلاتے تو

یہ اس کا تقیہ ہے در اصل وہ شیعہ اور رافضی ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، فقط

ابوالنور محمد بشیر مدیر "ماہ طیبہ"
کوٹلی لوہاراں (ضلع سیالکوٹ)
۱۲ر شوال ۱۳۸۹ھ

(۱۹)

مدرسہ جامعہ قادریہ رضویہ لائلپور کے مفتی حضرت علامہ مولانا سید محمد افضل حسین شاہ صاحب کا

فتویٰ (لائلپور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب

۱ ـــــ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل بتانے والا شخص ہرگز اہلسنت و جماعت نہیں، بلکہ گمراہ و بد مذہب ہے، اس کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی تمام نمازوں کا اعادہ[1] واجب ہے، شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری امام ابو منصور سے نقل کرتے ہیں جو اکابر شوافع سے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اہلسنت و جماعت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ سب صحابہ سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھنے والا چونکہ متبدع اور فاسق فی العقیدہ ہے لہذا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے جیسا کہ غنیہ، صغیری، مراقی طحطاوی، اور در مختار میں ہے، واللہ اعلم

۲ ـــــ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بتانے والا بھی اہلسنت سے گمراہ اور بد مذہب ہے،

---

[1] حذفت العبارات التی اتی بہا المجیب تصدیقا لجواب من خوف الطول (محمد غلام سرور قادری)

سے بھی امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں فقہ اکبر میں ہے کہ ہمیں صحابہ کو ذکر خیر سے یاد کرنا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو انہیں برا کہنے سے باز آؤ یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہ عدول (عدل والے) ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے وکلا وعد اللہ الحسنی

واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی سید محمد افضل حسین شاہ غفرلہ
مفتی جامعہ قادریہ رضویہ لائلپور
۱۷ شوال ۱۳۸۹ھ

(۲۰)

فاضل جلیل عالم نبیل محقق بے بدل علامہ مولانا ابوالاحسن محمد مختار احمد صاحب درانی صدر مدرس مدرسہ عربیہ سراج العلوم خان پور کا

فتویٰ (خانپور ضلع رحیم یار خان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم   الجواب

۱ ــــــ شریعت محمدیہ کے نزدیک حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل اعتقاد کرنے والا بدعتی گمراہ اور اہلسنت سے خارج ہے۔ چنانچہ فتاویٰ خلاصہ، خزانۃ المفتین، فتح القدیر، حاشیہ تبیین، مجمع الانہر، شرح عقائد اور الصارم المسلول وغیرہا کتب کثیرہ میں واضح ہے لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے جیسا کہ درمختار اور غنیہ وغیرہ میں ہے۔

۲ ــــــ جو شخص حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما یا کسی صحابی رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کے حق میں بے ادبی، گستاخی اور سب وشتم کرتا ہے وہ اسلام سے خارج، مرتد اور واجب القتل ہے جیسا کہ شفاء قاضی عیاض، آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ صحابہ کرام کی مدح و ثنا میں بکثرت وارد ہیں ان کے باوجود جوان کو برا کہے وہ بے ایمان ملعون اور ذلت ناک عذاب کا مستحق ہے۔ اس کی امامت باطل و ناجائز ہے مزید تحقیقات مطولات میں ہے۔ فقط۔

الجواب صحیح	ہذا الجواب صحیح لاریب فیہ	حررہ ابوالاحسن محمد مختار احمد
حافظ سراج احمد مہتمم	خادم الشرع عبدالواحد نائب مفتی	صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم خان پور
مدرسہ سراج العلوم خانپور	مدرسہ عربیہ سراج العلوم خانپور	۱۵ر شوال ۱۳۸۹ھ

(۲۱)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ عارف باللہ حضرت مولانا غلام احمد جان الاحرار نقشبندی غزنوی کا

فتویٰ

(غزنی افغانستان)

استفتاء

الاستفتاء، بحضرۃ العلام عمدۃ مشائخ الانام الشیخ المولی غلام احمد جان الاحرار النقشبندی دام اقبالھم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

۱ ــــــ ایھا الشیخ ما قولکم الشریف فیمن یفضل مولانا و مولی کل من آمن باللہ سیدنا علیا کرم اللہ وجہہ علی الشیخین الکریمین سیدنا امیر المومنین

لہ ترجمہ استفتاء بحضرت علام عمدۃ مشائخ الانام مولی غلام احمد جان احرار نقشبندی دام اقبالہم (باقی ص پر)

ابی بکر الصدیق وسیدنا امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہما اھل ھو من اھل السنۃ ؟ وھل ھو یصلح ان یکون اماما لاھل السنۃ والجماعۃ ام لا ؟

۲ ـــــ وما قولکم الشریف فیمن یسب الامیر معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما و ینقصہ ھل ھو من اھل السنۃ والجماعۃ وھل یصلح ان یؤمھم ام لا ؟

خادمکم محمد غلام سرور القادری

مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الجواب[1] والخطاب المستطاب للسوالین المذکورین فی الاستفسار ان من فضل علیا رضی اللہ عنہ علی الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم رضی اللہ عنہما ولا یستحی من اللہ تعالی فی شان سیدنا امیر المؤمنین معاویۃ رضی اللہ عنہ حسن

(صـ سے آگے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے افضل کہتا ہے کیا وہ اہلسنت سے ہے کیا اسے امام بنانا جائز ہے ؟ اور آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کو برا کہتا ہے کیا وہ اہلسنت میں سے ہے یا نہ کیا اسے امام بنایا جائے یا نہ ؟

آپ کا خادم مفتی محمد غلام سرور قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان

[1] بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الجواب ۔ جو شخص حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل سمجھتا ہے اور جو دوسرا شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خدا سے شرم و حیا نہیں کرتا کہ ان کو برا کہتا ہے خدا ہمیں ایسے برے عقیدے سے بچائے، سو یہ دونوں شخص اہلسنت وجماعت سے خارج ہیں، اہلسنت وجماعت کے فرقہ ناجیہ میں سے نہیں ہیں ان دونوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ دونوں شخص درحقیقت شیعہ ہیں اگرچہ زبان سے شیعہ ہونیکا اقرار نہیں کرتے، یہی حق بات ہے کہ یہ دونوں ایسے ہی ہیں کہ منہ سے وہ بات کہتے ہیں یعنی سنی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں (باقی صـ پر)

یسبه ویفسقه اعاذنا اللّٰه تعالیٰ من هذا الاعتقاد الباطل السوٗ فهذان الشخصان خارجان من طریقة اهل السنة والجماعة بلا ریب وارتیاب ولیسا بداخلان فی الفرقة الناجیة فایاک والصلوٰة خلفهما فانهما من اهل الشیع حقیقة وان لم یقرابه لسانا هذا هو الحق فانهما ممن یقولون بافواهم ما لیس فی قلوبهم ۔ فقط

الراقم غلام احمد جان الاحرار النقشبندی عفی عنه

افغانستان کابل ولایت غزنی حکومت قراباغ

قریه اختر خیل صاحب الورا ۔ ۱۵ شوال المکرم ۱۳۸۹ھ

(۲۲)

مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عمر صاحب اچھروی کا

فتویٰ (از لاہور)

سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت حقہ کا منکر اسلام سے خارج اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنے والا بے دین گمراہ شیعہ ہے اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو سب و شتم اور برا کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہے فقط

محمد عمر اچھروی لاہور

یکم محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

رہے ہیں، جو ان کے دل میں نہیں ہے، بلکہ دل میں تو یہ شیعہ ہیں۔ فقط

راقم غلام احمد جان احرار نقشبندی عفی عنہ افغانستان کابل ولایت غزنی۔

(۲۳)

امام اہلسنت مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا محب النبی صاحب دامت برکاتہم کا

فتویٰ (از راولپنڈی)

الجواب ـــــــ اہلسنت وجماعت کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھنے والا گمراہ، فاسق وفاجر ہے اور فاسق وفاجر شرعاً واجب الاہانتہ ہے نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والا بھی اہلسنت سے ـــــ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مذہب اہلسنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہ کا سراپا عدل وحق ہونا امر مسلم ہے فقط

محب النبی جامع ضیاء العلوم

سبزی منڈی راولپنڈی

(۲۴)

محقق اسلام فاضل علام مولانا مفتی غلام رسول صاحب خلیفہ مجاز حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری و مدیر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور کا

فتویٰ (از قصور)

۱ ـــــــ جمیع اہلسنت وجماعت کا اجماع وعقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ میں انبیاء ورسل کے بعد تمام بنی آدم سے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین ان کے بعد عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر

اہل امداد اور پھر وہ صحابہ جنہوں نے صلح حدیبیہ میں آنحضرت کے دست حق پرست پر اسلام کے لئے اپنی جانوں کو اور اللہ ورسول کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے کی بیعت کی تھی جسے بیعت رضوان کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر، شرح عقائد اور شاہ فضل رسول قادری بدایونی نے المعتقد میں پھر اس کے حاشیہ میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اس اجماع کا منکر و مخالف بدعتی اور اہلسنت سے خارج ہے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے (ملخصاً)

۲ ـــــــ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذی قدر صحابی ہیں ان کی شان میں نازیبا کہنے والا اپنے ایمان کو تباہ کرتا ہے، اور ملعون ہے اگرچہ ان سے خطاء اجتہادی ہوئی تاہم وہ ایک ثواب کے مستحق ہیں ان کو برا کہنے والا اہلسنت سے خارج ہے اس کی امامت بھی ناجائز ہے فقط

احقر العباد غلام رسول گوہر مدیر انوار الصوفیہ قصور
۲۵ ۵/۸

الجواب صحیح والمجیب نجیح
فقیر محمد عبدالعزیز نقشبندی کوٹ غلام احمد خاں قصور

مجھے خدا کی قسم جواب حق ہے
قاری حفیظ الرحمٰن

جو میرے استاذ نے فرمایا بلاشک صحیح ہے
احقر العباد سید طالب حسن شاہ قصور

(۲۵)

امام اہلسنت محدث وامیر ملت، عارف باللہ قبلہ پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پور سیداں رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادے حضرت مولانا علامہ پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحب جماعتی نقشبندی دامت برکاتہم کا

فتویٰ (از علی پور سیداں سیالکوٹ)

الجواب بعون التواب۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔

۱ ـــــ اہلسنت و جماعت کے مسلمات سے ہے کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضل ہیں علماء اہلسنت واکابرین نے تصریح فرمائی ہے کہ من علامات اھل السنۃ والجماعۃ تفضیل الشیخین[۱] شرح فقہ اکبر شرح عقائد میں ہے علیٰ ھذا الترتیب وجدنا السلف[۲] شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں جو شیخین کی فضیلت مذکورہ کا منکر ہے وہ اہلسنت و جماعت سے خارج ہے وہ اہلسنت و جماعت سے ہرگز نہیں ہو سکتا، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنے والا بد مذہب اور مبتدع ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے شامی میں ہے کہ مبتدع کے پیچھے ہر حال میں نماز مکروہ ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے الصلوٰۃ خلفھم مکروہ کراھۃ شدیدۃ" یعنی تفضیلیوں کے پیچھے نماز پڑھنی سخت مکروہ ہے ایسے شخص کو نماز میں امام بنانا گناہ ہے اس کو معزول کردیں۔

۲ ـــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام ہدایت کے روشن مینار اور چمکتے ہوئے ستارے ہیں، تمام ہی بتدریج افضلیت کے مالک ہیں اور ان تمام کو رضائے الٰہی حاصل ہے، کسی کی شان میں گستاخی اور طعن و تشنیع اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ نسیم الریاض میں ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا کہے اور کہے کہ وہ گمراہ تھے تو قتل کیا جائے، بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو فاسق کہے وہ خود بہت بڑا فاسق ہے بد مذہب ہے بد دین ہے ایسا شخص اہل سنت و جماعت کے زمرے سے خارج ہے اس کا اہلسنت و جماعت کیساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اس کو امام بنانا، جائز و حرام ہے اس کے پیچھے اہلسنت و جماعۃ کی اقتدا قطعاً جائز نہیں ہے اس

---

[۱] ترجمہ اہلسنت و جماعت کی نشانی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو سب صحابہ سے افضل سمجھنا ہے

[۲] ہم نے بزرگوں کو اسی ترتیب کا قائل پایا ہے۔

کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب

حررہ غلام رسول مفتی و مدرس مدرسہ نقشبندیہ جامعیہ علی پور شریف ضلع سیالکوٹ — (مہر) — جواب ہمارے دین وفقہ کے عین مطابق ہے اختر حسین جماعتی علی پوری عفی عنہ

۲۴ دسمبر ۱۹۷۱ء

(۲۶)

استاذ العلماء فخر اہلسنت علامہ زمان محقق دوراں مولانا عبد المصطفیٰ صاحب ازہری شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی ۵ کا

فتویٰ (از کراچی)

۱ ـــــــ جو شخص حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما سے بہتر کہے وہ سنی نہیں اور یہ شخص محب حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں چنانچہ صواعق شریف میں امام ابن حجر فرماتے ہیں (ترجمہ) جس بات پر ملت کے بزرگ اور امت کے عام متفق ہیں وہ یہ ہے کہ اس امت میں سب سے افضل ابوبکر پھر عمر اس کے بعد اختلاف ہے اکثر جن میں امام شافعی و امام احمد بن حنبل بھی ہیں اور امام مالک کا بھی قول مشہور یہی ہے فرماتے ہیں کہ ان دونوں کے بعد افضل حضرت عثمان ہیں رضی اللہ عنہم،

۲ ـــــــ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیکی رشتہ دار ہیں صرف پانچ واسطوں سے ان کا نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف سے جا ملتا ہے یہ کاتب وحی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے ہیں ان کے جنتی ہونے کی نوید قرآن مجید نے دی ہے وہ مجتہد صحابی ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت ان کو دی اور آپ خلافت سے دست بردار

ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو شخص برا کہتا ہے وہ درحقیقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے ایسا شخص رافضی ہے یا خارجی ہے اور کبھی بھی یہ شخص اہلسنت سے نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کہ صحابہ اور اہلبیت سے یہی لوگ عداوت رکھتے ہیں سنی تو ان دونوں سے محبت کرتے ہیں واللہ اعلم

فقیر عبد المصطفیٰ الازہری
شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی ۵

(۲۷)

حضرت علامہ مولانا پیر محمد قاسم صاحب مشوری قادری مشوری شریف کا مبارک و مقدس

فتویٰ

لاڑکانہ (سندھ)

مجھے فاضل محرر مفتی محمد غلام سرور صاحب قادری کی تحقیق سے مکمل اتفاق ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اہلسنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق تمام صحابہ سے افضل ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنا مراہی اور مذہب اہلسنت سے خروج ہے اسی طرح کسی بھی صحابی بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا اسلام پر جرح کو مستلزم اور نصوص قطعیہ سے انکار کے مترادف ہے، وہو تعالیٰ اعلم

کتبہ الفقیر

محمد قاسم عفی عنہ

حضرت علامہ مولانا محمد اکرم صاحب خطیب جامع مسجد صدر راولپنڈی کا

فتویٰ

(راولپنڈی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے برابر یا ان سے افضل سمجھنا یا صحابہ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہؓ پر طعن کرنا اہلسنت و جماعت کے عقیدہ کیخلاف ہے لہٰذا ایسا شخص اہلسنت سے نہیں ہے۔ لہٰذا جو تحقیق فاضل مجیب مفتی محمد غلام سرور قادری نے جواب میں تحریر فرمائی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

فقط فقیر محمد اکرم خطیب جامع مسجد صدر راولپنڈی

(حافظ شیخ فضل الٰہی)

فخر اہلسنت حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری راولپنڈی کا

فتویٰ

(راولپنڈی)

مفتی محمد غلام سرور قادری کا جواب بالکل صحیح ہے اور جو انہوں نے فرمایا حق ہے کہ تفضیل شیخین کا منکر اور صحابہ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اچھی عقیدت نہ رکھنے والا اہلسنت

سے نہیں ہے۔ ——— شاہ محمد عارف اللہ قادری

۵۹/ بی سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

(۳۰)

امام اہلسنت محدث اعظم حضرت مولانا مفتی تقدس علی صاحب رضوی بریلوی شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ خیر پور کا

فتویٰ

پیر پگاڑو (سندھ)

مفتی غلام سرور قادری کا جواب حق و صواب ہے۔ والحق احق ان یتبع یعنی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق جمیع اہلسنت کے اتفاق کے مطابق تمام صحابہ سے افضل ہیں پھر تمام صحابہ واجب الاحترام حضرت امیر معاویہ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا بے ادب اہلسنت سے خارج ہے

فقیر تقدس علی الرضوی البریلوی غفرلہ

مولاہ العلی القوی شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ خیر پور

(۳۱)

حضرت علامہ مولانا پیر سید محمد حسن شاہ صاحب ناظم اعلیٰ انجمن دعوۃ اسلام کراچی کا

فتویٰ

(کراچی)

حضرات علماء کرام نے جو جوابات دیے ہیں وہ حق و صواب ہیں یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بعد

الانبیاء تمام انسانوں سے افضل ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ افضل ہیں جو اس کا قائل نہیں اہسنت نہیں
حضرت امیر معاویہ عادل ثقہ صحابی ہیں یوں تو کل صحابی عدول ہیں ان کا بے ادب خدا و رسول کا بے ادب ہے۔
السید محمد حسن القادری ناظم اعلیٰ انجمن حمایت اسلام
لیبر ۸ ایریا کراچی نمبر ۳۷

(۴۲)

حضرت پیر سید محمد علی شاہ صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ نقشبندیہ کرمانوالہ شریف کا

فتویٰ

(ساہیوال)

مجھے مذکورہ بالا تحقیقات علماء اہلسنت سے کامل اتفاق ہے۔

محمد علی شاہ سجادہ نشین دربار عالیہ نقشبندیہ حضرت کرمانوالہ
(ضلع ساہیوال)

(۴۳)

حضرت پیر سید الحسن حسین شاہ صاحب نبیرہ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کا

فتویٰ

علی پور سیداں (سیالکوٹ)

" اہلسنت و جماعت کے مسلمات سے ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے افضل ہیں۔ علماء اہلسنت نے تصریح فرمائی ہے کہ اہلسنت

کی علامت یہ ہے کہ وہ ان دو بزرگوں کو تمام صحابہ سے افضل جانے جو شخص شیخین کی افضیلت کا منکر ہو اہلسنت سے خارج ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے ایسے کو امام نہ بنایا جائے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ ہدایت کے روشن مینار اور چمکتے ہوئے ستارے ہیں تمام ہی بندریج و ترتیب افضیلت کے مالک ہیں اور ان تمام کو رضائے الٰہی حاصل ہے، کسی کی شان میں گستاخی اور طعن و تشنیع اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔

جو حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) فاسق کہتا ہے وہ خود بہت بڑا فاسق، بد مذہب، بد دین ہے ایسا شخص اہلسنت کے زمرہ سے خارج ہے اس کا اہلسنت و جماعت سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اسس کو امام بنانا ناجائز و حرام ہے اس کے پیچھے اہلسنت و جماعت کی اقتدا قطعاً ناجائز ہے اس کے پیچھے نماز کلیۃً نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم بالصواب

جواب ہمارے دین و فقہ کے عین مطابق ہے — اختر حسین جماعتی علی پوری عفی عنہ، علی پور شریف۔ ۲۴، دسمبر ۱۹۷۱ء

حررہٗ غلام رسول مدرس مدرسہ نقشبندیہ

(۳۴)

حضرت علامہ مولانا پیر میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کا۔

فتویٰ

شرقپوری (شیخوپورہ)

مجھے علماء اہلسنت کی مذکورہ بالا تحقیقات و تصدیقات سے پورا اتفاق ہے اور یہی حق و صواب ہے یعنی تفضیل شیخین احترام و اکرام جمیع اہلسنت کا مسلک ہے، بالخصوص حضرت امیر معاویہ واجب التعظیم صحابی رسول اللہ علیہ وسلم ہیں منکر اہلسنت سے خارج ہے لائق امامت نہیں۔

میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی ضلع شیخوپورہ

(۳۵)

حضرت پیر سید ابوالکلیم محمد خادم حسین شاہ صاحب سجادہ نشین چورہ شریف کا فتویٰ

چورہ شریف (کیمبل پور)

جواب علماء کرام حق و صواب ہے یعنی میں متفق ہوں کہ یہی اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے اس کا مخالف اہلسنت سے خارج ہے امامت کے لائق بھی نہیں ہے۔

ابوالکلیم محمد خادم حسین شاہ غفرلہ
چورہ شریف ضلع کیمبل پور

جلالپور پیر والہ کا فتویٰ

الجواب صحیح

فقیر فتح محمد قادری بقلم خود جلالپور پیر والہ ضلع ملتان

ساہیوال کا فتویٰ

الجواب حق و صواب والمجیب مصیب و مثاب

ابوالنصر منظور احمد بانی جامعہ فریدیہ ساہیوال

کراچی کا فتویٰ

الجواب صحیح فقیر ابوالمعانی خادم نبی

ناظم اعلیٰ: دارالعلوم حامدیہ رضویہ مرزا آدم خان روڈ بگھ دہیڑی کراچی

دارالسلام (ٹوبہ)

الجواب صحیح والمجیب مصیب

محمد مختار الحق الصدیقی

خطیب جامع مسجد اکبری، دارالسلام (ٹوبہ)

شیخوپورہ

استفتاء کا جواب مذکورہ بالا سطور فقہ حنفی و عقائد اہلسنت کے بالکل مطابق اور درست و صحیح ہے لاریب فیہ۔

فقط ابوالفیض محمد عبدالکریم ابدالوی چشتی رضوی

مہتمم مدرسہ دارالعلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں تحصیل و ضلع شیخوپورہ

گجرات

الجواب صحیح وبالله توفیق

حضرت علامہ سید پیر جلال الدین شاہ صاحب

مفتی و شیخ الحدیث مدرسہ جامعہ محمدیہ رضویہ بھکی شریف تحصیل پھالیہ (گجرات)

سیالکوٹ

الجواب صحیح ——— حضرت علامہ مولانا محمد عالم خطیب جامع مسجد سیالکوٹ۔

مہتمم مدرسہ جامعہ حنفیہ دو دروازہ، سیالکوٹ۔

میانوالی

الجواب صحیح والمجیب نجیح

حضرت مولانا پیر غلام فخر الدین گانگوی عفی عنہ میانوالی شہر
مہتمم مدرسہ شمس العلوم وسجادہ نشین آستانہ عالیہ گانگویہ میانوالی

مظفر گڑھ

ذلک کذلک والجواب ذلک،

حضرت علامہ مفتی، نیاز احمد عفی عنہ خطیب جامع مسجد
سردار اکبر خاں علی پور۔ ضلع مظفر گڑھ

راولپنڈی

نعم المجیب ونعم الجواب

ابو المعانی غلام سبحانی قادری رضوی
مہتمم مدرسہ عنایت مسجد نزد نالہ دری نیکڑی محلہ احمد پورہ سید پور روڈ راولپنڈی

بہاولپور

الجواب صحیح

فقیر قادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ
مہتمم مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

سکھر

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

فقیر ابوالخیر محمد حسین

مفتی وشیخ الحدیث جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر

○

الحمدللہ والمنۃ علماء اہلسنت ومشائخ طریقت کثرہم اللہ تعالٰی نے فقیر کی تحقیق کی کمال تائید فرمائی جزاھم اللہ تعالٰی احسن الجزاء جس سے بڑھکر عقل مند کے لئے کوئی عظیم الشان دلیل وبرہان نہ ہوگی۔

میں امید کرتا ہوں کہ اس مسئلے پر شک وشبہ میں مبتلا حضرات کے شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے اور وہ اپنی غلطی سے رجوع کر کے قبول حق کو کوئی تامل نہ فرمائیں گے۔ اللہم وفقنا لقول الحق والصواب بحرمۃ صاحب فصل الخطاب سیدنا سید الانبیاء والمرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین

نیازمند

محمد غلام سرور قادری رضوی مصطفوی

○

خوشخبری
اہلسنت وجماعت کی عظیم الشان فتح
روئیداد مناظرہ جھنگ !
شائع ہوگیا
دیوبندیوں کی عبرتناک شکست کا منظر دیکھنے کے لئے آج ہی طلب فرمائیں !
صفحات : ۲۹۶ ———— ہدیہ : ۲۴ روپے
مناظرہ علم غیب
روئیداد مناظرہ آدری
شیر بیشہ اہلسنت مناظر اسلام مولانا حشمت علی خان صاحب نے ڈیڑھ سو سے زائد گستاخانِ رسول کو تابڑ توڑ حملوں سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا اس تاریخی مواد کے علاوہ کتاب کے ابتداء میں مولانا موصوف کے حالاتِ زندگی بھی دیئے گئے ہیں
ہدیہ : ۱۵ روپے
ملنے کا پتہ : مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال
سلطان الواعظین حضرت علامہ الحاج مولانا الشاہ عبدالمصطفےٰ صاحب قبلہ اعظمی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤن شریف کی تازہ ترین، مایہ ناز اور علم ومعلومات سے بھری ہوئی بیش بہا تصنیف
عجائب القرآن
کتابت. طباعت کاغذ سرورق اور جلد
سائز ۱۸×۲۲
ہدیہ ۱۴/- روپے